کھانے پینے میں میانہ روی

مقدام بن معدی کرب کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مَا مَلَأَ اٰدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُكُلَاتٌ يُّقِمْنَ صُلْبَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثُ طَعَامٌ وَثُلُثٌ شَرَابٌ وَثُلُثٌ لِنَفْسِهٖ ۔

[الترمذی وحسنه: ۲۳۸۰]

''کسی آدمی نے اپنے پیٹ سے زیادہ برا برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں۔ اگر پیٹ بھرنا ہی ہے تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے ہو۔''

توحید ورسالت کا اعتراف ویقین

(۳۲)...... وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : يَقُوْلُ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ ۔ [مسلم: ۲۹۔ الترمذی: ۲٦٤]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

جوشخص یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو حرام کر دیتا ہے۔

یعنی اس پر کفار کی طرح جہنم میں خلود حرام ہوگا بلکہ بالآخر وہ نیک لوگوں کی طرف لوٹ کر جنت میں چلا جائے گا اور اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل کیا جائے گا اگر اس کی موت فسق کی حالت میں ہوگئی ہوتو اللہ کی مشیت پر منحصر ہے اگر چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو سزا دے اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ باوجود قدرت کے جس شخص نے شہادتین کا اعتراف نہ کیا تو وہ جنت میں کبھی بھی نہیں داخل ہوگا۔

(۳۳)...... وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔ [مسلم:۲٦]

حضرت عثمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس حال پر فوت ہوا کہ وہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں تو وہ جنت میں جائے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ صرف زبان کا اظہار کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اس کا یقین کرنا ضروری ہے۔ مرجئہ فرقہ صرف زبان سے کہنے پر ہی اکتفاء کرتا ہے اور عمل کو نجات کے لیے لازمی نہیں قرار دیتا اس سے ثابت ہوا کہ صرف زبان سے اعتراف کرنا کافی نہیں بلکہ دل و دماغ سے اس پر یقین رکھنا بھی ضروری ہے۔ قاضی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے وہ لوگ دلیل لیتے ہیں جو زبان سے اعتراف لازم نہیں سمجھتے مگر اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ شہادت کے ساتھ معرفت بھی ضروری ہے۔ ان میں سے صرف ایک چیز کافی نہیں۔ ہاں جو شخص نہ بول سکتا ہو اس پر زبان سے شہادت لازم نہیں۔ پھر اسی حالت میں فوت ہو جائے دیگر احادیث کے پیش اہل سنت کا مذہب حق ہے۔

(۳٤)...... عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ثِنْتَانِ مُوْجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُوْجِبَتَانِ قَالَ مَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ [مسلم:۹۳]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو چیزیں واجب کرنے والی ہیں ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ واجب کرنے والی دو چیزیں کون کون سی ہیں تو آپ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہو جائے گا اور جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

یعنی شرک پر موت جہنم میں ہمیشہ رہنے کا موجب ہے اور توحید پر موت جنت میں ہمیشہ رہنے کا سبب ہے۔

فہرست

دنیا کی طلب

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴾ [بنی اسرائیل: ۱۷/ ۱۸]

''جوشخص جلد آنے والی دنیا کو چاہتا ہے تو ہم اس کو اس میں جو چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں جلد ہی دے دیتے ہیں پھر ہم اس کے لیے جہنم مقرر کر دیتے ہیں جس میں وہ مذمت کیا ہوا راندہ ہوا داخل ہوگا۔''

دنیا سے انسان کا حق

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ (١) بَيْتٍ يَّسْكُنُهٗ (٢) ثَوْبٍ يُّوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتَهٗ (٣) وَجِلْفِ الْخُبْزِ وَالْمَاءِ . [ترمذی: ٢٣٤١ وصححه والحاكم: ٤/ ٣١٢]

''دنیا سے ابن آدم کا حق صرف یہ تین چیزیں ہیں: ① گھر جس میں وہ رہائش رکھے، ② کپڑا جس کے ساتھ وہ اپنا ننگ ڈھانپے، ③ روٹی کا ٹکڑا اور پانی۔''

کھانا کھلانے والے کو دعا

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ کے ہاں مہمان ٹھہرے تو ہم نے آپ کی خدمت میں کھانے کے ساتھ برنی کھجور، پنیر اور گھی کا حلوا پیش کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ کھایا پھر آپ کے پاس کھجوریں لائی گئیں تو آپ انھیں تناول فرمانے لگے اور گٹھلیاں اپنی دو انگلیوں وسطی اور سبابہ کے درمیان یا ان کی پیٹھ پر رکھتے رہے۔ پھر آپ کے پاس کوئی پینے کی چیز لائی گئی تو آپ نے وہ پی لی۔ تو میرے باپ نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے دعا کریں تو آپ نے یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ .

''اے اللہ! جو کچھ تو نے ان کو دیا ہے اس میں برکت ڈال دے اور انھیں بخش دے اور ان پر رحم فرما۔''

[مسلم: ١٤٦/ ٢٠٤٢۔ ابوداؤد: ٣٧٢٩]

اچھی روایت زندہ کریں

اداریہ حافظ احمد شاکر

دنیا بھر میں مہنگائی نے طوفان بپا کر رکھا ہے۔ہم جیسے ترقی پذیر ممالک کیا؟ بڑے بڑے سرمایہ دار اور ترقی یافتہ ممالک بھی اس زد میں کچھ تو آ چکے اور بقایا آ رہے ہیں۔زمینی حقائق سے باخبر وطن عزیز کے حکم رانوں کے دور حکومت کے آٹھ سالوں کی مہنگائی نے تو عوام کی چیخیں نکال دیں جس کے نتیجہ میں جرائم بڑھ گئے، امن وامان ابتر ہوگیا، غربت سے خودکشیاں ہونے لگیں، ڈاکے معمول بن گئے اور انارکی نے پوری طرح خونی پر کھول دیئے۔لیکن! حکم رانوں کی بے حسی دیکھئے کہ ان مشکل حالات کے باوجود ایوانِ صدر اور وزیر اعظم ہاؤس کے ماہانہ اخراجات کروڑوں ہوگئے، ایوانِ بالا یعنی سینٹ کے ممبران اور ایوان زیریں یعنی قومی اسمبلی کے ایم این ایز اور صوبائی اسمبلیوں کے ایم پی ایز کی تنخواہیں لاکھوں میں ہوگئیں۔ پارلیمانی سیکرٹریز اور وزراء ومشیران کے تنخواہوں کے علاوہ، چونچلے جو ہر ماہ لاکھوں میں ہوتے ہیں، غیر ممالک کے...... اکثر...... غیر ضروری ہونے والے دورے جو نیاز مندوں، ارادت کیشوں اور سورج مکھیوں کے جم غفیر کے ہمراہ ہوتے رہے جن کا اگر حساب کیا جائے تو شاید نہیں بلکہ یقیناً اربوں تک پہنچ جائیں یعنی ان میں کسی کمی کی بجائے اضافے ہی کیے جاتے رہے۔ایسے ہی سرکاری ونیم سرکاری ہزاروں ملازمین کو بقایا جات کی چاکلیٹ دے کر...... اکثریت کو...... ہمیشہ کے لیے بے روزگار کر دیا گیا اور ان کی جگہ ہزاروں ملازمین کی تنخواہوں پر صرف دہائیوں پر مشتمل منظور نظر افراد کو کثیر مشاہروں پر مشیر رکھ لیا گیا جیسا کہ اخبارات میں اب یہ وضاحت آئی ہے کہ حکومت کے پچاس کے قریب مشیروں کو (جن کی تنخواہ فی مشیر ڈیڑھ سے تین لاکھ تک ماہانہ تھی) فارغ کرنے کا فیصلہ کیا جا رہا ہے۔اخبارات کی یہ خبر اگر صحیح ہے اور بظاہر صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں تو ان مشیران گرامی کی خدمت میں وطن عزیز کا خزانہ عامرہ ہر مہینہ ایک کروڑ روپیہ پیش کرتا رہا جس کو احباء اور اقربا پروری نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ایسے ہی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو اپنی جدید مصنوعات (ازقسم آرائش وآسائش) کو بنانے، پھیلانے اور بڑھانے کی سرکاری مراعات کے ساتھ کھلے دل سے چھوٹ اس طرح دے دی گئی کہ ہمارے سادہ لوح عوام بے ضرورت اشیاء کو ضرورت بنانے لگ گئے۔اس طرح ملٹی نیشنل میڈیسن کمپنیوں نے ہر جاندار کی بنیادی ضرورت دوائی، کی قیمتوں میں وہ اودھم مچایا کہ توبہ ہی بھلی جب کہ اسی نسخہ کی پاکستانی دوائی کہیں سستی ہوتی ہے۔بینکوں نے لیز پر گاڑیوں کی لوٹ سیل لگا دی، جس سے ہر گھر کے اخراجات بے تحاشا بڑھ گئے اور اس کے ساتھ تیل اور گاڑی مرمت کے نام پر اخراجات میں لامتناہی اضافہ ہوگیا۔نیز بینکوں نے کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ لوگوں کی جیبوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا جس نے سفید پوش طبقے کے گھریلو بجٹ میں سود شامل کر دیا اور اس کے ساتھ بینکوں کے سودی کاروبار کے مہلک اثرات بلکہ نحوست نے پوری قوم کو لپیٹ میں لے لیا۔اس کے علاوہ ایک طرف ''تو کام آنے والے'' سیاست دانوں کو اربوں کے قرضہ جات معاف کر دیئے گئے، دوسری طرف پیلی ٹیکسیوں کے بقایا جات اور ہاؤس بلڈنگ کے ہزاروں کے مقروض یتامی، بیوگان اور بے بس لوگوں کا جینا محال کر دیا گیا۔سٹاک ایکسچینج میں چند بڑے لوگوں کی کمپنیوں کے پیدا کردہ بحران نے معیشت کو اتھل پتھل کر دیا۔اس کے علاوہ وطن عزیز کے بعض نفع بخش اداروں...... ملتان کی کھاد فیکٹری اور PTCL وغیرہ...... کی نج کاری کے نام پر من پسندوں کو عطا...... یہ روشن خیال حکم ران تو سٹیل مل

تک کوڑیوں کے بھاؤ بیچ کر اس کو بھی ہضم کر جاتے یہ تو اللہ بھلا کرے معزول چیف جسٹس کا کہ ان کی توجہ کرنے سے وطن عزیز کا یہ قیمتی اثاثہ بچ گیا۔ اس طرح گندم سکینڈل بھی اب عوام سے ڈھکا چھپا نہیں رہا، اب گھی کا بحران، تعمیرات میں سیمنٹ سریے کے پھلانگتے ہوئے دام، مشروبات کی قیمتوں میں اضافہ۔ پڑھا لکھا پنجاب کے دعویداروں کے دور میں صرف ۸ ماہ کے اندر تعلیم کا بنیادی جز کاغذ پچپن فیصد مہنگا کر دیا گیا۔ غرضیکہ کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں جو مہنگائی کی زد میں نہ آیا ہو، جب کہ ملک وملت کے خادمین یعنی نمائندگان عوام کے انتخابی اخراجات، ان کی شاہ خرچیاں، دعوتیں، بودوباش جوں کی توں بلکہ مائل بہ ''ترقی'' ہیں۔ چھوٹے سرکاری وغیر سرکاری ملازمین کے گھروں کے بجھتے چولہے، بھوک، فاقے اور خودکشیاں نہ کسی کو نظر آتی ہیں اور نہ ہی یاد کہ ان کے نزدیک

ع بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ان سب......شاید...... بے ربط باتوں کا حاصل یہ ہے کہ آنے والی حکومت یعنی جمہوریت کو امرت دھارا سمجھنے والے اراکین کو خلق خدا کی بنیادی ضروریات سستے داموں مہیا کرنے، وطن میں امن وامان قائم کرنے اور وطن عزیز کے استحکام کو ترتیب وار ترجیح دینی چاہیے اور ہمارے خیال میں یہ تب ہی ممکن ہے جب آنے والی جمہوری حکومت ہر سطح پر وطن کی سلامتی اور اس کے مفادات کو ذاتی اور پارٹی مفادات سے مقدم رکھتے ہوئے اپنی سوچ، اپنا پروگرام اور اپنی پالیسیاں بنائے، اپنائے، ان پر عمل درآمد کرے اور ملک وملت کے لیے مفید قوانین کو نافذ کرے۔ ہماری درخواست ہے کہ آنے والے نمائندگانِ محترم اپنی زمین پر امریکی جنگ لڑنے سے انکار کر دیں اور آنے والی حکومت عدلیہ کو بحال، گم شدہ افراد کو بازیاب اور امریکا کو جنگی تاوان (War Charges) کی ادائیگی بند کر کے اس کی اطاعت سے انکار کر دے تو ان شاء اللہ خودکش دھماکے خود ہی رک جائیں گے۔ اور ہاں وطن عزیز کی بنیادی ضرورت توانائی......بجلی...... کے بحران کو جنگی بنیادوں پر ختم کرنے کی سعی مسلسل شروع کر دیں یعنی ملک کی آبی ضرورت کے لیے ڈیم تعمیر کرنے کے ساتھ ساتھ بھارت کی ان چالوں کو ناکام بنائیں جن سے وہ وطن عزیز کو بنجر کرنے کے درپے ہے۔ عبوری حکومت نے جاتے جاتے ایندھن یعنی تیل کی قیموں میں دنوں کے وقفے سے دو مرتبہ تو اضافہ کر دیا ہے افواہ ہے کہ ابھی مزید مہنگا کیا جائے گا۔ یہ اقدام تو وطن عزیز کی معیشت کے خون کا آخری قطرہ نچوڑنے والی بات ہے کہ اس سے سفر مہنگا ہو گیا، اشیاء کی نقل وحمل کے اخراجات غیر معمولی بڑھ گئے، اس سے بجلی بھی مزید مہنگی ہو جائے گی نیز صنعت کا پہیہ جام ہو جانے کا بھی غالب امکان ہے جس کے نتیجہ میں مزدوریاں ختم ہو جائیں گی، بے روزگاری کا اژدھا پھنکارنے لگے گا، مصنوعات غائب یا اس قدر مہنگی ہو جائیں گی کہ ہمیں ہر چیز باہر سے منگوانا پڑے گی یعنی اپنی پیداوار سستے داموں باہر بیچنے پر مجبور ہو جائیں گے اور اپنی پیداوار کی تیار شدہ مصنوعات باہر سے زرِ مبادلہ صرف کر کے مہنگے داموں خریدنے پر مجبور ہو جائیں گے اور طاغوت کی یہی خواہش ہے کہ

ع دم گھٹ کے مر جاؤں یہی مرضی میرے صیاد کی ہے

مذکورہ بالا گزارشات کے علاوہ آنے والے حکم رانوں کو نصرتِ الٰہی کے حصول کی پہلے خواہش اور بھرپور کوشش کرنی چاہیے جو ملی طور پر استغفار یعنی سابقہ حکم رانوں کے ظلم وزیادتی کی اللہ تعالیٰ اور متاثرین سے معافی، اس کی ہر ممکن تلافی، آئندہ ایسے ظالمانہ اقدامات سے گریز اور عذابِ الٰہی کا باعث بننے والے امور سے مکمل اجتناب اور حکماً ان کو ممنوع قرار دینے کی اس روایت کو تازہ کریں جو متوقع حکم ران پی۔ پی۔ پی کے بانی جناب بھٹو مرحوم قائم کر گئے تھے۔ نہ جانے اپنے کس گنہگار بندے کے کس عمل سے رحمت الٰہی جوش میں آ جائے کہ وہ ذات غافر الذنب قابل التوب اور رحمٰن ورحیم ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ "إنما أنا قاسم" کی صحیح تفہیم

طارق محمود، ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد

یہ حدیث مختلف مگر متقارب الفاظ سے حضرت معاویہ، جابر بن عبداللہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

حدیث معاویہ اور اس کے الفاظ:

(١)...... " إنما أنا قاسم والله يعطى ۔"

[بخاری: ٧١۔ مسلم: ٢٣٩٢]

"میں تو صرف "قاسم" ہوں، دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔"

(٢)...... " إنما أنا قاسم ويعطى الله ۔"

[بخاری: ٧٣١٢]

(٣)...... " إنـمـا أنـا خازن فمن أعطيته عن طيب نـفس فبارك له فيه، ومن أعطيته عن مسئلة وشبرة كان كالذى يأكل ولا يشبع ۔" [مسلم: ٢٣٨٩]

"بے شک میں تو "خازن" خزانچی ہوں پس جس کو میں نے خوشی سے دیا تو وہ اس کے لیے بابرکت ہے اور جسے میں نے سوال کرنے یا حرص کرنے کی بنا پر دیا وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔"

حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس کے الفاظ:

(٤)...... " ولـلـه مـا أعـطيـكم ولا أمنكم وإنما أنا قاسم أضعه حيث أمرت ۔"

[بخاری: ٣١١٧۔ احمد: ١٠٢٦٢]

"اللہ کی قسم نہ میں تمھیں کچھ دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں، اور میں تو صرف "قاسم" ہوں جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں تقسیم کر دیتا ہوں۔"

(٥)...... " مـا أوتيـكم من شيء وما أمنعكموه، إن أنا إلّا خازن أصنع حيث أمرت ۔" [ابوداؤد: ٢٩٤٩]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ:

(٦)...... " إنما جعلت قاسماً أقسم بينكم ۔"

[بخاری: ٣١١٤۔ مسلم: ٥٥٩٢]

(٧)...... " إنما بعثت قاسماً أقسم بينكم ۔"

[مسلم: ٥٥٩٠۔ بخاری: ٣١٤]

(٨)...... " فـأنـى أنـا أبـو الـقـاسم [كذا] أقسم بينكم ۔" [مسلم: ٥٥٩١ وغیرہ]

حدیث کا معنی:

" إنما أنا قاسم ۔" الخ

حدیث کا سیاق، مختلف الفاظ اور محدثین کی تبویب سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکور فرمان نبوی ﷺ کا مفہوم مندرجہ ذیل ہے:

① ...... کہ اللہ کا دیا ہوا علم، وحی الٰہی سے حاصل شدہ علوم وعرفان کا خزینہ، جو دینی احکام ومسائل، عبادت ومعاملات، عقائد وآداب وغیرہ پر مشتمل ہے اس کی تعلیم دینے۔ ان علمی جواہر ودرر کی تقسیم میں آپ ﷺ کسی قسم کی تفریق نہ فرماتے تھے بلکہ اس سے سب فیض یاب ہوتے اور اپنی اپنی استعداد، شوق اور طلب کے مطابق حصہ پاتے۔ اور آپ ﷺ سب کے لیے یکساں طور پر علم کا نور بکھیرتے۔ البتہ صحابہ کرام اللہ کی ودیعت کی ہوئی ذہانت وفطانت، شوق وشغف اور طلب علوم نبوی کی جدوجہد میں اپنے اپنے احوال کی بنا پر مختلف ہونے کی وجہ سے ان نبوی علوم ومعارف کے حصول میں حصہ پانے میں مختلف تھے۔ نبی اکرم ﷺ تو گویا سب کے لیے اس معاملہ میں "قاسم" تھے اور سب صحابہ میں بلا امتیاز اللہ سے ملنے والے علم کو

تقسیم فرماتے تھے۔ اس فرمانِ نبوی ﷺ کا یہ مفہوم کہ یہاں آپ ﷺ کے ''قاسم'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ علم کو تقسیم فرماتے تھے، کی تائید حدیث کا سیاق بصراحت کرتا ہے۔ کیوں کہ اس حدیث مبارک کا ابتدائی حصہ یوں ہے:

" من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین ۔"

''کہ جس کے ساتھ اللہ ارادۂ بھلائی فرماتے ہیں اسے دین میں فقہ اور سمجھ سے نواز دیتے ہیں۔'' اور اس کے بعد فرمایا:

" إنما أنا قاسم ...... "

''کہ میں قاسم ہوں اور دینے والا اللہ ہے۔''

یعنی میں تو دین کی تعلیم دین کی فقہ سب کو دیتا ہوں اور علم کی شمع سب کے لیے بلا امتیاز روشن کرتا ہوں اگر لوگوں میں حصولِ علم وفقہ میں تفاوت وفرق ہے تو یہ لوگوں میں قدرتی استعداد میں فرق کی بنا پر ہے۔ محدثین، علمائے کرام، اور شارحین نے حدیث کے دو مفاہیم میں سے ایک مفہوم یہی ذکر کیا ہے جس کی وضاحت بعد میں آئے گی، ان شاء اللہ۔

② ...... اس فرمان کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل ومہربانی سے جب مالِ غنیمت آتا تو آپ ﷺ اللہ کے دیئے ہوئے اس مال کو صحابہ میں اللہ کی مرضی، مشیت اور حکم کے مطابق تقسیم فرماتے۔ گویا اس مال کا ''معطی'' دینے والا بھی اللہ ہے اور تصرف وتقسیم کا طریقہ بتلانے والی ذات بھی وہی ہے۔ اور آپ ﷺ اسی کے حکم کے مطابق کیے ہوئے مالِ غنیمت کو تقسیم فرمانے والے ہیں۔ حدیث کے مختلف الفاظ اسی معنی کی تائید بلکہ تعیین کرتے ہیں۔ خصوصاً نمبر ۳، ۴، ۵ پر مذکور الفاظ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا اس حدیث کو "کتاب الخمس باب قوله تعالى: " فأن لله خمسه وللرسول " یعنی للرسول قسم ذلک ...... الخ میں امام مسلم کا کتاب الزکوٰۃ میں اور ابوداؤد کا "کتاب الخراج باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية" الخ، میں ذکر کرنا اور امام نووی رحمہ اللہ کا صحیح مسلم کی تبویب میں اس پر "باب النهى عن المسئلة" کا عنوان قائم کرنا بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے۔

محدثین، علماء وشارحین کی تصریحات:

علامہ کرمانی شارح بخاری فرماتے ہیں:

" أى أنا قاسم بينكم فألقى إلى كل واحد ما يليق به، واللّٰه تعالىٰ يوفق من يشاء منكم لفهمه والتفكر فى معناه۔ قال التوربشتى: اعلم أن النبى صلى الله عليه وسلم أخبر أصحابه أنه لم يفضل فى قسمة ما يوحى إليه أحداً من أمته على الآخر بل سوى فى البلاغ وعدل فى القسمة، وإنما التفاوت فى الفهم وهو واقع بطريق العطاء، ولقد كان بعض الصحابة يسمع الحديث فلا يفهم منه إلّا الظاهر الجلى ويسمعه آخر منهم او من بعدهم فيستنبط منه مسائل كثيرة وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔" [الكواكب الدرارى: ۱/ ۳۷]

''یعنی میں ہر ایک کو اس سے مناسب علم سکھلاتا، تقسیم کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے کہ تم میں سے جس کو چاہتا ہے سمجھنے اور اس کے معنی میں غور وفکر کی توفیق مرحمت فرماتا ہے۔ تورپشتی فرماتے ہیں: کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس حدیث میں یہ خبر دی ہے کہ وہ وحی الٰہی پر مشتمل علم کی تقسیم کے سلسلے میں اپنی امت میں سے کسی کے ساتھ بھی امتیازی برتاؤ نہیں فرماتے، بلکہ دین کی تبلیغ اور تعلیم میں آپ ﷺ نے سب کے درمیان برابری اور عدل فرمایا ہے۔ تفاوت تو لوگوں کے فہم میں ہے اور وہ تو اللہ کی عطا ہے (کسی کو زیادہ فہم وفراست سے نوازا اور کسی کو کم) لہٰذا جب صحابہ حدیث سنتے تو بعض صرف ظاہری معنی سمجھ سکتے اور بعض دوسرے اسی حدیث کو سننے کے بعد اس سے کثیر مسائل مستنبط فرماتے، یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "أنا قاسم أضع حيث أمرت" کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

" أى لا أعطى أحداً ولا أمنع أحداً، إلّا بأمر الله۔" [فتح الباری: ٦/ ١١٨]

''یعنی میں نہ کسی کو (غنیمت سے) دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق۔''

اور "ما أعطيكم ولا أمنعكم" کی شرح میں فرماتے ہیں:

" والمعنى لا أتصرف فيكم بعطية ولا منع برأى۔"

یعنی ''اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ میں تم میں سے کسی کو عطیہ دینے میں اپنی مرضی سے تصرف کرتا ہوں اور نہ ہی کسی کو نہ دینے میں اپنی رائے کو استعمال کرتا ہوں۔'' [ایضاً]

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم [١/٣٣٣] میں "انما انا خازن" اور "انما انا قاسم ويعطى الله" کی شرح میں فرمایا ہے:

" معناه أن المعطى حقيقة هو الله تعالىٰ ولست أنا معطيا وانّما أنا خازن على ما عندى ثم أقسم ما أمرت بقسمته على حسب ما أمرت به ۔" الخ

یعنی ''اس کا معنی یہ ہے کہ دیتا حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ میں، میں تو صرف ''خازن'' خزانچی اور (اس مال پر محافظ) ہوں جو میرے پاس ہے پھر میں اسے تقسیم کر دیتا ہوں جس طرح اس کی تقسیم کا مجھے حکم ہوتا ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ ابن بطال سے مزید نقل کرتے ہیں:

" معناه أنى لم استأثر من مال الله تعالىٰ شيئا دونكم وقاله تطييباً لقلوبهم حين فاضل فى العطاء فقال: الله هو الذى يعطيكم لا أنا وإنما أنا قاسم فمن قسمت له شيئا فذلك نصيبه قليلا كان او كثيراً ۔" [ایضاً: ٢/ ٢٠٧]

''اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہارے بغیر اللہ کے مال میں سے اپنے لیے کچھ نہیں رکھتا، اور آپ ﷺ نے جو ''انما انا قاسم'' فرمایا ہے یہ اس تناظر میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے مالی عطیات دیتے ہوئے بعض کو بعض سے زیادہ دیا تو ان کے دلوں کی خاطر داری فرمائی کہ دینے والا تو اللہ ہے نہ کہ میں۔ میں تو صرف (حکم الٰہی کے مطابق) تقسیم کرنے والا ہوں۔ لہٰذا میں جس کو جتنا دے دوں وہی اس کا حصہ ہے تھوڑا ہو یا زیادہ۔''

اس حدیث کا یہی مطلب ومفہوم امام ابوعبداللہ الابی المالکی رحمہ اللہ نے مسلم کی شرح اکمال اکمال المعلم [٣/١٧١] میں بیان کیا ہے۔

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نے عمدة القاری [٢/٥١] میں متقدمین علماء مثل علامہ کرمانی رحمہ اللہ، تورپشتی رحمہ اللہ وغیرہما کے کلام کو نقل فرمایا ہے اور فرمانِ نبوی کے یہی دو مفہوم بیان کیے ہیں کہ اس تقسیم سے مراد تبلیغ وحی، بیانِ شریعت اور تقسیم مال ہے اور ان دونوں معانی کی مناسب توجیہ بھی کی ہے۔

علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی رحمہ اللہ نے مجمع بحار الانوار [٣/١٤٥] میں فرمایا ہے کہ ''قاسم'' سے مراد ایک تو یہ ہے کہ آپ ﷺ وحی کی تبلیغ کرنے والے ہیں اور اس معنی پر سیاق دلالت کرتا ہے۔ جب کہ دوسرا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ مال کو تقسیم کرنے والے ہیں اور حدیث کا ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت الامام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

" وفيه أن المراد من الإعطاء من جانب البارى هو تعيين المصارف فى باب الأموال وإعطاء الاستعدادت فى باب العلوم، فليس النبى صلى الله عليه وسلم معطيا لا فى الصورة ولا فى المعنى ۔"

''اس حدیث میں باری تعالیٰ کے معطی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہی ذات مالی مصارف کی تعیین فرمانے والی ہے اور وہی ذات علوم کے سلسلہ میں حصولِ علوم کی قوت واستعداد اور توفیق بخشنے والی ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں نبی ﷺ نہ صورة معطی ہیں اور نہ معناً۔'' [ارشاد القاری: ٢/ ٣٣٨]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا استدلال:

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ انبیائے کرام نہ اپنی حیات اور نہ ہی بعد الوفات کسی چیز کے مالک ہیں کیوں کہ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عطاء دینے کی نسبت اللہ کی طرف فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف قاسم ہیں نہ کہ مالک۔ چناں چہ فرماتے ہیں:

" أن الأنبياء عليهم السلام لا يملكون شيئا حال حياتهم كما أنهم لا يملكون بعد وفاتهم ...... وقال ...... انه قاسم لا غير ولا ملك له أصلا ۔"

''بے شک انبیاء علیہم السلام کسی چیز کے نہ تو اپنی حیات میں مالک ہوتے ہیں اور نہ ہی وفات کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف قاسم ہیں نہ کہ مالک۔''

شارحین علماء کی عبارتوں کا خلاصہ:

①...... شارحین کی مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ قول نبوی ''انما انا قاسم واللہ یعطی'' کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ مبارکہ میں لوگوں کی تعلیم وتربیت، اصلاح ودرستگی میں وحی الٰہی کے نور سے سب کو روشناس فرماتے۔ گویا ''قاسم'' یہاں مبلغ کے معنی میں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ کی طرف سے حکم تھا ﴿ بلغ ما انزل اليك من ربك ﴾ ''کہ آپ اپنے رب کی طرف سے نازل شدہ وحی، دین کو پہنچا دیجیے۔'' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بے کم وکاست پہنچایا اور تقسیم فرما دیا اور ہر کسی نے اپنی قسمت کے مطابق اس سے حصہ پایا۔

②...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ میں مالی عطیات کے قاسم تھے اور اللہ کے حکم کے مطابق ان میں تقسیم اور تصرف فرماتے تھے۔

③...... حدیث کے مختلف الفاظ، سیاق، محدثین کے فہم اور مسلّمہ شارحین کرام کے کلام میں یہ کہیں اشارہ تک موجود نہیں کہ ''قاسم'' سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر نعمت، عزت وشرف، مال ودولت، غنا وفقر، فتح وکامیابی وغیرہ کا مالک ہونا اور تقسیم کرنا ہے۔ اور اب ہمیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ہر نعمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا چاہیے۔ یہ نہ تو اس حدیث کا صحیح مفہوم ہے اور نہ ہی سلف صالحین کا طریقہ وعقیدہ۔ جیسا کہ بعض لوگ خواہ مخواہ اس حدیث سے کشید کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جیسا کہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ شارح مشکوۃ نے مرقاۃ [۹/ ۱۰۵] میں کہا ہے:

" أى العلم والغنيمة ونحوها، وقيل البشارة للصالح والنذارة للطالح، ويمكن أن تكون قسمة الدرجات والدركات مفوضة إليه صلى الله عليه وسلم، ولا منع من الجمع كما يدل عليه حذف المفعول لتذهب أنفسهم كل المذهب ۔"

یعنی ''آپ علم ومال تقسیم فرماتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نیک لوگوں کو بشارت اور بدکاروں کو وعید کی تقسیم کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بلندیوں اور پستیوں کی تقسیم بھی آپ کی طرف مفوض ہے اور ان تمام معانی کے ارادہ کر لینے سے بھی کوئی مانع نہیں ہے۔ جیسا کہ اس بات پر مفعول کا حذف ہونا دلالت کرتا ہے تاکہ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق کہہ سکے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز دیتا ہے اور حضور اس کو تقسیم فرماتے ہیں۔''

ملا علی قاری صاحب کی کلام پر ہماری چند گزارشات:

(۱)...... ملا علی قاری صاحب کا یہ کہنا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم اور مالِ غنیمت تقسیم کرتے ہیں'' درست ہے۔ کیوں کہ ان معانی پر حدیث کا سیاق، مختلف الفاظ اور مسلمہ شارحین حدیث کے اقوال دلالت کرتے ہیں، اور اس سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ البتہ یہ تقسیم بھی آپ ؐ کی حیات مبارکہ میں ہی تھی۔ كما هو الظاهر

(ب)...... ملا علی قاری صاحب کا حدیث کے معنی میں یہ وسعت پیدا کرنا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم صالحین میں بشارتیں اور طالحین، بدکاروں کے لیے ڈر سناتے تھے'' حقیقت واقعی تو یہ ہے لیکن اس مفہوم کو اس حدیث کے معانی میں داخل کرنا سیاقِ حدیث اور مختلف الفاظ حدیث اور مسلمہ شارحین کی تائید سے خالی ہے۔

(ج)...... مزید یہ وسعت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ''درجات ودرکات وغیرہ سب تقسیم فرماتے تھے'' نہ صرف محل نظر ہے بلکہ کتاب وسنت کے صریح خلاف ہے۔

ارح مشکوٰۃ نے مرقاۃ [۹/ ۱۰۵]

، وقیل البشارة للصالح
ـكـن أن تكون قسمة
ضة إليه صلى الله عليه
كما يدل عليه حذف
ل المذهب ۔“
ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ
کو وعید کی تقسیم کرتے ہیں۔
پستیوں کی تقسیم بھی آپ کی
نی کے ارادہ کر لینے سے بھی
بات پر مفعول کا حذف ہونا
ذوق کے مطابق کہہ سکے کہ
ں کو تقسیم فرماتے ہیں۔“
اری چندگز ارشات:
کا یہ کہنا کہ ”آپ ﷺ علم اور
ہے۔ کیوں کہ ان معانی پر حدیث
حدیث کے اقوال دلالت کرتے
ں ہوسکتا۔ البتہ یہ تقسیم بھی آپؐ
الظاهر
ب کا حدیث کے معنی میں یہ
الحین میں بشارتیں اور طالحین،
ت واقعی تو یہ ہے لیکن اس مفہوم
رنا سیاقِ حدیث اور مختلف الفاظ
الی ہے۔
آپ ﷺ ”درجات ودرکات
ل نظر ہے بلکہ کتاب وسنت کے

چناں چہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ﴾ [الانعام:۸۳]

”درجات میں بلندی ہم ہی عطا فرماتے ہیں جس کو چاہتے ہیں بے شک آپ کا ربّ بڑا حکمت والا، علم والا ہے۔“

﴿ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوۡقَ كُلِّ ذِىۡ عِلۡمٍ عَلِيۡمٌ ﴾ [یوسف:۷۶]

”درجات میں بلندی ہم ہی عطا فرماتے ہیں جسے چاہتے ہیں اور ہر ذی علم پر بھی علم والا موجود ہے۔“

﴿ رَفِيۡعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الۡعَرۡشِ ﴾ [المؤمن:۱۵]

”بلند درجے دینے والا عرش کا مالک۔“

مزید دیکھئے: سورۃ النساء:۹۵، البقرۃ:۲۵۳، الانعام:۸۳ وغیرہ

﴿ لَيۡسَ لَكَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَىۡءٌ اَوۡ يَتُوۡبَ عَلَيۡهِمۡ اَوۡ يُعَذِّبَهُمۡ فَاِنَّهُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴾ [آلِ عمران:۱۲۸]

”یہ بات تمہارے ہاتھ میں نہیں یا انھیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کہ وہ ظالم ہیں۔“ [کنز الایمان]

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب میدان احد میں حضور کا چہرہ مبارک زخمی کر دیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

” كيف يفلح قوم شجوا نبيهم ۔“

[مسلم: ١٧٩١، بخاری تعليقاً]

”کہ وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کو بھی زخمی کر دیا ہے۔“ تو مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

﴿ قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِكُ لِنَفۡسِىۡ نَفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ ۖۛ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوۡٓءُ ۛ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِيۡرٌ وَّبَشِيۡرٌ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴾ [الاعراف: ۱۸۸]

”فرما دیجیے میں اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب کی بات جانتا ہوتا تو اپنے لیے بہت سی بھلائی کر لینا اور مجھے کچھ تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو ایمانداروں کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔“

پہلی تین آیات اور اس کے ہم معنی متعدد دوسری کئی آیات سے تو بالکل صاف ظاہر ہے کہ درجات کی رفعت، تقسیم کا مالک ومختار تو صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ چوتھی آیت اور اس کے شانِ نزول سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ فلاح وفوز، پستی ونامرادی، دوسرے لفظوں میں درکات کی تقسیم بھی صرف اللہ کے اختیار میں ہے اور آپ ﷺ سے اس کی ”ليس لك من الامر شيء“ فرما کر نفی کر دی گئی ہے۔

پانچویں آیت مبارکہ میں تو معاملہ ہی صاف کر دیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کے نفع ونقصان کا مالک ومختار بھی اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ آپ ﷺ خود۔ چہ جائیکہ آپ ﷺ کو دوسروں کے لیے درجات ودرکات کی تقسیم کا مالک وقاسم کہا جائے۔ لہٰذا ملا علی قاری صاحب کا یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ ”یہ بھی ممکن ہے کہ بلندیوں اور پستیوں کی تقسیم بھی آپ ﷺ کی طرف مفوض ہے اور ان تمام معانی کے ارادہ کر لینے سے بھی کوئی مانع نہیں۔“

(د)...... ملا علی قاری صاحب کا یہ فرمانا کہ اس بات پر مفعول کا حذف کرنا دلالت کرتا ہے، بھی درست نہیں۔ اس لیے کہ ”انما انا قاسم والله يعطي“ وغیرہ الفاظ کا سیاق خود اس بات کا تعین کرتا ہے کہ اس مقسوم سے مراد۔ وحی الٰہی پر مشتمل علم اس کی تبلیغ اور مالِ غنیمت ہے اور اس کا اقرار سب سے پہلے خود ملا علی قاری صاحب کے کلام میں موجود ہے۔ اور اہل فن نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ محذوف مفعول کی تعیین قرائن سے ہوگی (نہ کہ لوگوں کے ذوق سے) اور اگر قرائن مفعول کے خاص ہونے پر دلالت کریں تو مفعول خاص ہوگا جیسا کہ ہماری بحث میں ہے اور اگر قرائن مفعول کے عام ہونے پر دلالت کریں تو مفعول عام ہوگا۔

” وجب التقدير بحسب القرائن الدالة على تعيين المفعول أن عاماً فعام وإن خاصا فخاص ۔“

[مختصر المعاني، ص:۱۷۲]

''مفعول کی تقدیر واجب ہے قرائن کے مطابق جو تعیین مفعول پر دلالت کرتے ہوں اگر قرائن دلالت کریں کہ یہاں مفعول عام ہے تو عام ہوا، اور اگر قرائن دلالت کریں کہ یہاں مفعول خاص ہے تو مفعول خاص ہوگا۔''

شیخ غلام رسول سعیدی صاحب شرح مسلم [۲/۹۶۴] میں بزعم خود مزید نکتہ بینی کرتے ہیں:

''اور یہ بھی بعید نہیں کہ عزت وشرف، مال ودولت، علم وحکمت غرضیکہ ہر نعمت دیتا اللہ تعالیٰ ہے اور تقسیم رسول اللہ ﷺ کرتے ہیں۔''

لیکن اس کی تائید بھی نہ تو حدیث کے مختلف الفاظ کرتے ہیں اور نہ ہی شارحین ومحدثین کی فکر وشرح، مزید یہ کہ حدیث کا یہ خود تراشیدہ مفہوم قرآن وحدیث کے بھی خلاف ہے۔ چناں چہ فرمانِ الٰہی ہے:

(۱)...... ﴿ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ﴾

[آلِ عمران: ٢٦]

''اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔''

(۲)...... ﴿ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ ﴾

[بنی اسرائیل:٦]

''اور تم کو مالوں اور بیٹوں سے مدد دی۔''

(۳)...... " فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ﴿ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء ﴾ [متفق عليه]

''آپ ﷺ نے فرمایا: یہ مال تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔''

(٤)...... ﴿ يُؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [البقرة:٢٦٩]

''اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے۔''

(٥)...... ﴿ وَ اِنْ مِّنْ شَىْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ [الحجر:٢١]

''اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔''

ان آیات وحدیث کے پیش نظر صحیح عقیدہ تو یہ ہے کہ عزت وشرف، مال ودولت، علم وحکمت غرضیکہ ہر نعمت اللہ تعالیٰ ہی دیتا، تقسیم کرتا ہے نہ کہ اس نے تقسیم اپنی مخلوق کو تفویض فرما دی ہے۔

بلکہ سید کائنات افضل الرسل ﷺ تو ہر نماز کے بعد دعا میں یہ کلمات پڑھتے:

" اللهم لا مانع لما أعطيت ولا معطى لما منعت۔" [متفق عليه بحواله مشكوة، رقم: ٩٦٢]

''الٰہی! جو تو عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو نہ دے وہ کوئی نہیں دے سکتا۔''

لہٰذا دینا، عطا کرنا اور تقسیم کرنا، کسی کو زیادہ دینا کسی کو کم دینا، قسمت کا اچھا برا ہونا سب اللہ کی طرف سے ہے۔ بلکہ نبی ﷺ تو بسا اوقات کسی کو اللہ سے مانگ کر، لے کر بھی دینا چاہتے لیکن اگر ربّ العالمین کو منظور نہ ہوتا تو سید کائنات کے چاہنے کے باوجود مراد نہ ملتی۔ مثال کے طور پر افضل البشر ﷺ تو چاہتے تھے چچا ابوطالب مسلمان ہو لیکن ہوا وہی جو اللہ کو منظور تھا۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی کی بخشش کا معاملہ ہے۔



درخواست دعائے صحت

①...... حافظ محمد نعیم بھٹی صاحب سرپرست ادارہ تحقیقاتِ عثمانیہ مسجد عرفات اہل حدیث گوجراں والا ان دنوں بعارضہ جگر علیل ہیں اور چائنا میں علاج کے لیے روانہ ہوگئے ہیں۔ احباب ان کے لیے دعائے صحت فرمائیں، جزاکم اللہ خیراً

②...... راقم آثم ان دنوں کمر کے مہروں کے مرض میں مبتلا ہے۔ احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

[ابوانعام محمد صفدر عثمانی، مدیر ادارہ تحقیقات عثمانیہ
خطیب مسجد ہذا، گوجراں والا]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کا فتنہ اور اس کا دفاع

ابوالبدر مولانا ارشاد الحق اثری

کیا صحابہ پر تنقید درست ہے؟

علاوہ ازیں حضرات صحابہ کرام کے بارے میں بحیثیت مجموعی ان کی فکر یہ ہے کہ ان پر تنقید درست ہے ان کی زلات اور ان کے باہمی مشاجرات ومنازعت کو بیان کرنا بالکل درست ہے۔ بلکہ اس بارے میں تو ان کے الفاظ ہیں:

''سن لو! دماغ سے یہ کابوس اتار دو کہ وہ صحابی ہے۔ اس فکر نے دین کا بیڑا غرق کیا ہے۔ ان پر تنقید کرنا درست ہی نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔ یہ میرے خطبات کا نچوڑ ہے۔''

لیکن مولانا موصوف کا یہ موقف ائمہ سلف کے خلاف اور ان کی واضح تصریحات کے بالکل منافی ہے۔ چناں چہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ، العقیدۃ الواسطیہ میں اہل السنّت والجماعت کے عقائد واصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" ومن اصول اهل السنة والجماعة سلامة قلوبهم وألسنتهم لأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ" الخ [العقيدة الواسطية، ص:١١١]

''اہل السنۃ والجماعت کا اصول ہے کہ وہ اپنے دلوں اور اپنی زبانوں کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں سلامت رکھتے ہیں۔''

نیز دیکھئے منہاج السنہ [ص:۲۱۹، ۲۲۰] امام ابوجعفر طحاوی نے جو امام ابوحنیفہ کے عقیدہ وعمل کے ترجمان ہیں۔ اپنی مشہور کتاب العقیدۃ الطحاویہ میں رقم طراز ہیں:

" نحب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا نفرط في حب احد منهم ولا نتبرأ من أحد منهم، ونبغض من يبغضهم وبغير الخير يذكرهم، ولا نذكرهم الا بخير، وحبهم دين وايمان وإحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان ـ"

[شرح العقيدة الطحاويه، ص:٤٦٧]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی محبت میں نہ افراط کا شکار ہیں اور نہ ہی کسی سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے اور خیر کے علاوہ ان کا ذکر کرتا ہے ہم اس سے بغض رکھتے ہیں اور ہم ان کا ذکر صرف بھلائی سے کرتے ہیں۔ ان سے محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض کفر ونفاق اور سرکشی ہے۔''

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والے مشاجرات کے بارے میں اپنے تبصرہ کے بعد فرماتے ہیں:

" واتفق اهل السنة على وجوب الكف عما شجر بينهم والإمساك عن مساويهم وإظهار فضائلهم ومحاسنهم وتسليم امرهم الى الله عزوجل على ما كان جرى من اختلاف على وطلحة والزبير وعائشة ومعاوية رضى الله عنهم على ما قدمنا بيانه ـ" [الغنيه، ج:١، ص:٧٩]

''اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے مشاجرات اور ان کی کمزوریوں پر خاموشی اختیار کی جائے۔ ان کے فضائل، ان کی خوبیوں کو بیان کرنا واجب ہے۔ اور حضرت علی، طلحہ، زبیر، عائشہ، معاویہ رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلاف ہوا۔ اسے اللہ

کے سپرد کرنا چاہیے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔''

شارح صحیح مسلم امام محی الدین النووی فرماتے ہیں:

''اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے۔ ان کے آپس کے اختلافات میں خاموشی اور ان کی لڑائیوں کی تاویل کی جائے۔ وہ بلاشبہ مجتہد اور صاحب رائے تھے۔ معصیت اور نافرمانی ان کا مقصد نہ تھا اور نہ ہی محض دنیا طلبی پیش نظر تھی۔ بلکہ ہر فریق یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہی حق پر ہے اور دوسرا باغی ہے۔ اور باغی کے ساتھ لڑائی ضروری ہے تا کہ وہ امر الٰہی کی طرف لوٹ آئے۔ اس اجتہاد میں بعض راہِ صواب پر تھے اور بعض خطا پر تھے۔ مگر خطا کے باوجود معذور تھے کیوں کہ اس کا سبب اجتہاد تھا اور مجتہد خطا پر بھی گنہگار نہیں ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق پر تھے اہل سنت کا یہی موقف ہے۔ یہ معاملات بڑے مشتبہ تھے۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت حیران و پریشان تھی۔ وہ جماعت فریقین سے علیحدہ رہی اور قتال میں حصہ نہیں لیا۔ اگر انھیں صحیح بات کا یقین ہو جاتا تو وہ حضرت علی کی معاونت میں پیچھے نہ رہتے۔''

[شرح مسلم للنووی، ج:۲،ص:۳۹۰ نیز ج:۲،ص:۲۷۲]

حضرت امام غزالی نے بھی فرمایا ہے: ''اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کا تزکیہ تسلیم کیا جائے، سب کی تعریف کی جائے جیسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف کی ہے۔ حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان جو کچھ رونما ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔'' الخ

[احیاء العلوم، ج:۱،ص:۱۲۰]

بلکہ علامہ ابن حجر المکی نے امام غزالی کے حوالے سے یہ بھی نقل کیا ہے:

''واعظین اور دوسرے لوگوں کے لیے حرام ہے کہ مقتل سیدنا حسین کو اور صحابہ کرام کے مابین ہونے والے جھگڑوں اور اختلافات کو بیان کریں۔ کیوں کہ یہ جسارت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض پر اور ان پر طعن و ملامت کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔ حالاں کہ وہ تو دین کے ستون ہیں۔ ائمہ نے ان سے دین روایۃً لیا اور ہم نے ائمہ سے دین درایتاً لیا۔ لہٰذا ان پر طعن کرنے والا خود مطعون ہے جو اپنے اور اپنے دین میں طعن و ملامت کرتا ہے۔'' [الصواعق المحرقہ، ص:۲۲۳]

ائمہ اہل سنت کی اس نوعیت کی تصریحات کا دائرہ وسیع الذیل ہے۔ ہم انہی چند حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں۔ انہی سے صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت اور ائمہ سلف کے موقف کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس یہ کہنا کہ ''صحابہ کی عظمت کا کابوس دماغوں سے اتار دو، ان پر طعن عین دین ہے۔'' یہ موقف روافض اور ان کے ہمنواؤں کا تو ہوسکتا ہے اہل سنت کا قطعاً نہیں۔

صحابہ کرام معصوم نہیں تھے، ان سے خطا اور غلطی آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں بھی ہوتی بلکہ بسا اوقات بڑی سنگین ہوتی۔ اس کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انھیں معاف فرمایا اور ان سے درگزر فرمایا۔ غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ایک حکم کی نافرمانی کے نتیجہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ﴿مِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا﴾ [آل عمران:۱۵۲] ''کہ تم میں سے بعض دنیا طلبی میں پڑ گئے تھے''، الفاظ سے سرزنش فرمائی مگر اس کے باوصف ساتھ ہی فرما دیا ﴿وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ﴾ [آل عمران:۱۵۲] ''کہ تم کو ہم نے معاف کر دیا'' اس طرح کچھ وہ بھی تھے جو میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مگر ان کے بارے میں بھی فرمایا:

﴿وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ﴾ [آل عمران: ۱۵۵]

''کہ اللہ نے انھیں معاف کر دیا۔''

بلکہ اپنے نبی محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی فرمایا:

﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾

[آل عمران: ۱۵۹]

''آپ ان کا قصور معاف کر دیں ان کے لیے بخشش کی دعا کریں اور (آئندہ کے لیے) ان سے مشورہ لیں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ان کے آئندہ کے واقعات و احوال سے بھی خوب خبر تھی مگر اس کے باوجود انھیں ''رضی اللہ عنہم'' اور ''وعد اللہ الحسنیٰ'' کی جانفزا بشارتوں سے نوازا۔ رسول اللہ ﷺ نے آئندہ کے واقعات اور فتنوں سے خبردار کیا۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی کی شہادت کی خبر دی، حضرت حسن کی مصالحتی کوششوں کو سراہا

اور تحسین فرمائی۔ حضرت حسین کی شہادت سے خبردار کیا۔ اس کے باوجود آپ نے مجموعی طور پر یہی فرمایا کہ میرے صحابی کی بات آئے تو زبان روک لو، ان کی حسنات یاد کرو، انھیں برا مت کہو، ان سے درگزر کرو۔ صحابہ کرام اور سلف کا عمل اور طرزِ فکر یہی رہا۔ محدثین کرام نے کتب احادیث میں ان کے مثالب نہیں بلکہ مناقب ہی جمع کیے اور ان سے بہر نوع اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

اسی طرح صحابہ کرام کے تعارف پر بھی جن حضرات نے کتابیں لکھیں انھوں نے بھی ان کے مناقب ومحامد ہی نقل کیے۔ مثالب وباہمی مناقشات کا ذکر نہیں کیا۔ ان میں علامہ ابن عبدالبر ہیں جنھوں نے ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' میں صحابہ کرام کے مشاجرات ومناقشات کا تذکرہ کیا۔ مگر ان کے اس اسلوب پر متاخرین نے نکیر کی ہے بلکہ اسے ان کی اس کتاب کے عیوب اور کمزوریوں میں شمار کیا گیا۔ چناں چہ ساتویں صدی ہجری کے معروف محدث امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن ابن الصلاح اپنی اصول حدیث کی مشہور کتاب ''علوم الحدیث'' میں ۳۹ نوع معرفۃ الصحابہ میں رقم طراز ہیں:

" ومن اجلّها واكثرها فوائد كتاب الاستيعاب لابن عبد البر: لولا ما شانه به من ايراده كثيراً مما شجر بين الصحابة وحكاياته عن الاخباريين لا المحدثين، وغالب على الاخباريين الاكثار والتخليط فيما يروونه ۔" [علوم الحديث، ص:٢٦٢]

''معرفۃ الصحابہ کے عنوان پر بہت سی کتابیں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور باکثرت فوائد کے اعتبار سے ابن عبدالبر کی الاستیعاب ہے۔ اگر اس میں صحابہ کے مابین ہونے والے مشاجرات اور محدثین کے بجائے مؤرخین کی بیان کردہ حکایات کی باکثرت بھرتی نہ ہوتی۔ کیوں کہ مؤرخین کا غالب رجحان بلا امتیاز باکثرت اور خلط ملط روایات جمع کرنا ہوتا ہے۔''

یہی بات علامہ نووی نے التقریب اور اس کی شرح تدریب الراوی [ج:۲،ص:۲۰۷] میں علامہ سیوطی نے کہی ہے۔ اور یہی بات علامہ السخاوی نے فتح المغیث [ج:۴،ص:۷۵] میں کہی۔ التقریب کے علاوہ یہی بات علامہ نووی نے ارشاد طلاب الحقائق [ج:۲، ص:۵۸۴] میں بھی فرمائی ہے۔ اور اس کا اعتراف تو علامہ ابن الوزیر الیمانی نے بھی کیا ہے کہ بعض اہل حدیث نے استیعاب میں صحابہ کرام کے مشاجرات ذکر کرنے کی بنا پر ابن عبدالبر پر اعتراض کیا ہے۔ [الروض الباسم، ج:۱،ص:۱۳۰] جس سے ان محدثین اور ائمہ سلف کے موقف کو سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ صحابہ کرام کے ذکر خیر میں ان کے مثالب کا ذکر غلط سمجھتے ہیں۔

پھر جس سرکار کے وہ صحابہ ہیں جب انھوں نے حکماً فرما دیا کہ "اذا ذكر اصحابي فامسكوا" جب میرے صحابہ کے بارے میں ذکر ہو تو خاموش رہو۔ [الصحيحة: ٣٤] تو اس کے بعد ان پر طعن وتشنیع رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بھی مخالفت اور اپنی عاقبت برباد کرنے کے مترادف ہے۔ یہی طرزِ فکر خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی تھا۔ چناں چہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں:

" امرو أن يستغفروا لأصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فسبوهم ۔" [صحيح مسلم، ج:١، ص:٤٢١]

''حکم تو یہ دیا گیا کہ محمد ﷺ کے صحابہ کے بارے میں استغفار کرو، مگر لوگوں نے انھیں برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس بھی فرماتے ہیں:

" لا تسبوا اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم فان الله عزوجل أمرنا بالاستغفار لهم وهو يعلم أنهم سيقتلون ۔" [فضائل الصحابه لاحمد، ج:١، ص:٧٠، ج:٢، ص: ١١٥٢ ۔ الشريعه للآجرى، ج:٥، ص: ٢٤٩٤ وغيره]

''کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو، بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ عنقریب باہمی قتل وقتال میں مبتلا ہوں گے ہمیں ان کے بارے میں استغفار کا حکم فرمایا ہے۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص تشریف فرما تھے کہ کچھ لوگوں نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یاوا گوئی شروع کر دی تو حضرت سعد نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں یاوا گوئی سے باز آ جاؤ، ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک غلطی ہوگئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر کوئی اللہ کا نوشتہ پہلے سے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے کیا اس کی پاداش میں تم کو بڑی سزا دی جاتی اور مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمارے بارے میں سبقت لے گئی ہے۔ [المطالب العالیہ، ج:۳،ص:۳۴۰۔المستدرک، ج:۲،ص:۲۲۹]

حافظ ابن حجر نے اس اثر کی سند کو صحیح کہا ہے امام حاکم اور علامہ ذہبی نے اسے شرطِ شیخین پر صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ٹیک لگائے تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں طعن و تشنیع کرنے لگا تو وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے پھر فرمایا ایک اعرابی صحابی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں انصار صحابہ کی ہجو کی تو انھوں نے فرمایا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ صحبت حاصل ہے۔ اگر یہ شرف اسے نہ ہوتا تو میں تمہاری طرف سے دفاع میں اس کے لیے کافی ہوتا۔

حافظ ابن حجر نے اس واقعہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی سے صرف صحابی ہونے کے ناطے درگزر فرمایا۔ [الاصابہ، ج:۱، ص: ۸]

ورنہ وہ اسے صحابہ کی شان میں گستاخی کی سزا دیتے۔ حضرت عمر کا یہ فرمان حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے پس منظر میں سنا کر خبردار فرمایا کہ صحابہ کرام کے بارے میں ایسے جسارت بہر نوع باعث مذمت اور مستوجب سزا ہے۔ ہم اس حوالے سے مزید تفصیل میں جانا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس سلسلے میں مزید تفصیل مطلوب ہو تو ہمارے رسالہ ''مشاجرات صحابہ اور سلف کا موقف'' ملاحظہ فرمائیں۔



غیراسلامی رسوم ورواج اوران کی تباہ کاریاں

نعیمہ صدیقہ بنت عبدالحمید ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ

جہیز:

جہیز دراصل عربی زبان کا لفظ ہے، جو (ج، ھ، ز) سے مشتق ہے، اوراس کا معنی ہے تیار کرنا، انتظام کرنا، یعنی سامانِ سفر تیار کرنا، یا کفن کا سامان تیار کرنا، یا کسی چیز کو تیار کرنا اور دلہن کی تیاری پر بھی بولا جاتا ہے۔ [لسان العرب، بذیل مادہ "جهز" وغیرہ]

موجودہ معاشرے میں جہیز سے مراد وہ سامان اور اثاثۂ منزل ہے جو دلہن کی طرف سے دولہا کے ہاں پہنچایا جاتا ہے۔ جہیز کا کم سے کم سامان بھی اس قدر ضرور ہوتا ہے کہ دولہا کا ''لائف ٹائم'' اسی پر پورا ہوجاتا ہے، اوراسے اپنی جیب میں سے کچھ خرچ کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی، انسان چوں کہ بخیل اور لالچی ہوتا ہے اس لیے شادی کے موقعوں پر جہیز سے بھرے ٹرک دیکھ کر انسان کی حرص وطمع بڑھ جاتی ہے، اور ہر آدمی ایسے رشتے کی تلاش میں رہتا ہے جس سے اسے دلہن کے ساتھ کوٹھی مع اثاثہ جات بھی نصیب ہوجائیں بلکہ اب یہ مسئلہ اس قدر گھناؤنا ہو چکا ہے کہ جہیز کے بغیر شادی کے تصور بھی ناممکنات کو پہنچ چکا ہے۔ چناں چہ ان لڑکیوں کی تو شادی ہوجاتی ہے جن کے والدین کسی نہ کسی طرح ہزاروں، لاکھوں کا سامان تیار کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ اوراس کے برعکس ایسی متعدد لڑکیاں شادی کی خوشیاں دیکھنے اور بیوی، ماں، بہو کا درجہ حاصل کرنے کی حسرت بھی امیدیں لیے ہی دنیا سدھار جاتی ہیں یا پھر چار وناچار ان جرائم کا ارتکاب کر بیٹھتی ہیں جو نا قابل بیان ہیں، اور جن کا انجام نہایت بھیانک ہے۔

جہیز کی رسم خالص ہندوؤانہ ہے۔ دراصل ہندو معاشرے میں والدین اپنی لڑکیوں کو وراثت میں شامل نہیں کرتے بالکل اسی طرح جس طرح دورِ جاہلیت میں اہل عرب اپنی لڑکیوں کو وراثت سے محروم کردیتے تھے۔ اسلام کے منافی یہ رسم آج بھی ہندو معاشرے میں موجود ہے کہ بیٹی کو وراثت سے محروم کردیا جاتا ہے۔ لیکن شادی کے موقع پر والدین زیادہ سے زیادہ سامان مہیا کر کے بیٹی کو رخصت کرنے کا اظہار کرتے ہیں کہ اب اس کا ہمارے ساتھ ہر طرح کا تعلق منقطع ہورہا ہے تو اس کی دلجوئی کے لیے کچھ نہ کچھ سامان ضرور ہونا چاہیے۔ جسے ہندو ''دان'' (خیرات) کہتے ہیں اور مسلمان ''جہیز'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ صرف لفظی تغیر ہے وگرنہ معنوی لحاظ سے دونوں کا ایک ہی مطلب ومفہوم ہے۔

جہیز کی رسم بد کے نقصانات:

① ...... سنت رسول ﷺ کے منافی کام: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" تنحك المرأة لأربع: لما لها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك ۔"

[بخاری: ۵۰۹۰۔ مسلم: ۵۴/ ۷۱۵]

''عورت سے چار بنیادوں پر شادی کی جاتی ہے۔ ایک اس کے مال کی وجہ سے، دوسری اس کے حسب (برادری) کی وجہ سے، تیسری اس کی خوب صورتی کی وجہ سے، اور چوتھی اس کی دین داری کی وجہ سے۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، تم دین والی کے ساتھ کامیابی حاصل کرو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جہیز کی لمبی لمبی فہرستیں لے کر لڑکی والوں کے پاس نہیں جانا چاہیے، بلکہ صرف دین داری، حیا، پردہ داری دیکھ کر

حبت حاصل ہے۔ اگر یہ شرف
اع میں اس کے لیے کافی ہوتا۔
بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے
نے اس اعرابی سے صرف صحابی
به، ج:۱، ص: ۸]
گستاخی کی سزا دیتے۔ حضرت عمر
رت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی
منظر میں سنا کر خبردار فرمایا کہ
رت بہر نوع باعث مذمت اور
سے مزید تفصیل میں جانا مناسب
ل مطلوب ہو تو ہمارے رسالہ
لاحظہ فرمائیں۔
❀❀..........

لڑکی کو بغیر کسی بوجھ ومشکل ڈالے گھر لے آنا چاہیے۔ رازق وحافظ ومالک ورب تو اللہ ذوالجلال والاکرام کی ذات ہے۔ اسی طرح لڑکا بھی دین دار ہی چننا چاہیے۔

②......لڑکی کو وراثت سے قطع کرکے جہیز کی رسم ادا کرنا اللہ کی حدود کو توڑنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾

''یہ اللہ کی حدیں ہیں جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے گا، اس کو وہ (اللہ) ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے گا تو وہ اسے جہنم میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔'' [النساء: ۱۳، ۱۴]

③......لڑکی کے والدین پر بہت بڑا ظلم ہے: اس طرح کہ اگر لڑکی کے والدین غریب ہیں تو وہ بھوک کاٹ کر اور اپنی ضروریات کو ختم کرکے بیٹی کے جہیز کا انتظام کریں گے۔ اور اگر کسی کی ایک سے زیادہ بیٹیاں ہیں تو پھر وہ مرتے دم تک مصیبتوں، پریشانیوں اور ذہنی تکلیفوں سے چھٹکارا نہیں پاسکتے۔ اللہ تعالیٰ نے تو آسان اور ظلم سے پاک اسلام کو بندوں پر مبعوث فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴾ [المومن: ۳۱]

''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [یونس: ٤٤]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بالکل ظلم نہیں کرتے لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔''

حدیث قدسی ہے کہ ''اے میرے بندو! بلاشبہ میں نے اپنے لیے ظلم حرام کرلیا ہے، اور تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کردیا ہے۔ لہٰذا آپس میں ظلم نہ کرو۔'' [صحیح مسلم: ٥٥/ ٢٥٧٧]

④...... جہیز کی وجہ سے لوگ نمود ونمائش اور فخر وریا میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور اپنی بڑائی اور امیری ظاہر کرنے کے لیے لوگوں کو جہیز کا سامان ایک ایک چیز کرکے دکھایا جاتا ہے۔ حالاں کہ یہ شرک ہے اور شرک تو اللہ تعالیٰ نے معاف ہی نہیں کرنا۔

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

''بے شک میں تمہارے بارے میں جن چیزوں کا خوف کھاتا ہوں، ان میں سب سے زیادہ شرک اصغر یعنی ریا کاری کا خوف کھاتا ہوں۔'' [مسند احمد: ٤/ ١٢٦]

⑤...... اس رسم بد کی وجہ سے باپ، بھائی، سرپرست ڈاکہ، رشوت، خیانت، جھوٹ، سود اور ہر طرح کے حرام کاروبار پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور اپنی دنیا سنوارتے سنوارتے آخرت تباہ کربیٹھتے ہیں۔

حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ ﴾ [البقرة: ١٨٨]

''ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، اور نہ ہی حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے ہتھیاؤ۔''

⑥......اس رسم بد کی وجہ سے لڑکیاں شادی سے محروم رہ جاتی ہیں: جو لوگ سنت رسول ﷺ کی ادائیگی کا اظہار کرتے ہیں، اوّل تو انھیں رشتے ملنے مشکل ہوجاتے ہیں اور اگر مل بھی جائیں تو آس پاس کے لوگ اسے جہیز کی وجہ سے توڑنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے لڑکیاں اپنے والدین کی دہلیز پر ہی بوڑھی ہوجاتی ہیں۔

حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَ اللّٰهُ

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [النور:٣٢]

''تم اپنی بیواؤں اور اپنے میں سے نیک مرد وعورت اور لونڈیوں (جن کے نکاح نہیں ہوئے ان) کے نکاح کردو، اگر وہ فقیر ہوں گے تو وہ اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اوراللہ کشائش والا جاننے والا ہے۔''

''کنواری رہ جانے کی صورت میں ان کے جسم کو طبی طور پر نہایت مضر اثرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مثلاً: اختناق الرحم، جنون، مرگی اور برسام کے امراض بھی اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ رعشہ، وجع المفاصل اورنقرس جیسی مہلک امراض بھی دفعہ جنسی تقاضے کے حبس کرنے سے جنم لیتے ہیں۔'' [بحوالہ شادی کی جاہلانہ رسمیں ازمولانا ابوالخیراسدی]

کنوارے پن میں اخلاقی نقصان بھی بے شمار ہیں، مثلاً:

① ...... انسانی زندگی میں ایک خاص موقع پر انسان کے اندر شہوانی خیالات جنم لیتے ہیں اوراس کی تسکین کے لیے اللہ خالق ومالک نے شادی کا حکم دیا ہے۔ اگر یہ تسکین شادی کے ذریعے سے پوری نہ ہوسکے تو پھر زنا تک کی نوبت آجاتی ہے۔

اورزنا کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [النور:٢]

''زنا کار مرد اور زنا کار عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ کے دین (کی حد قائم کرنے) میں تمھیں ہرگز رحم نہیں کھانا چاہیے۔ اگر تمھیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔''

② ...... زنا کے علاوہ بھی متعدد برے طریقوں میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔ اور یہ فحاشی پھر بڑھتی ہی چلی جاتی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ﴾ [النور:١٩]

''یقیناً جولوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزو مند ہیں، ان کے لیے دنیا اورآخرت میں دردناک عذاب ہے۔''

اس کے علاوہ بعض لڑکیاں فحش لٹریچر دیکھ کر اپنی طبعی ضرورت کو دبانے کی کوشش کرتی ہیں۔ بعض بے ہودہ گانے سن کر اپنی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ بعض ساری ساری رات ننگی، فحش اور بے ہودہ، حیا باختہ فلمیں دیکھ کر اپنی خواہش کو پورا کرتی ہیں اوراپنی دنیا وآخرت کے ساتھ ساتھ اپنے ذمہ داران کو بھی دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا کرنے کا سامان پیدا کرتی ہیں۔ [بحوالہ جہیزاوراس کی تباہ کاریاں]

⑦ ...... اس بدبخت رسم کی وجہ سے لڑکیاں قابل نفرت اور بوجھ سمجھی جاتی ہیں اور بعض تو پیدا ہوتے ہی قتل کردی جاتی ہیں اور بعض پیدا ہونے سے پہلے ہی ختم کردی جاتی ہیں۔ بعض لڑکیاں خودکشیاں کرلیتی ہیں، یا والدین یا بھائی گلا دبا کر، یا کسی اور حادثہ میں قتل کر دیتے ہیں۔

حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴾ [بنی اسرائیل: ٣١]

''مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، انھیں اور تمھیں ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ یقیناً ان کو قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔''

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ''کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناؤ، حالاں کہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔''

اس (صحابی رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ اس کے بعد کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو۔''

[بخاری: ٦٨٦١۔ مسلم: ١٤٢/ ٨٦]

⑧ ...... اگر کسی لڑکی کا نکاح بغیر جہیز کے ہوبھی جائے تو سسرال میں اس کا جینا محال ہوجاتا ہے۔ ساس نندوں کے طعنے اور پھر ان کی باتوں میں آکر شوہر کا بیوی کو زدوکوب کرنا اور یہ معاملہ بڑھتے بڑھتے زندہ جلانے اور قتل کرنے تک پہنچ جاتا ہے۔ اور پھر اخباروں میں پڑھنا

پڑتا ہے کہ فلاں بہو کو جہیز نہ لانے یا تھوڑا لانے کی وجہ سے زندہ جلا دیا گیا۔ یا کھانا پکاتے ہوئے چولہا پھٹنے سے فلاں کی بہو جل کر جاں بحق ہوگئی۔ غور کا مقام ہے کہ کبھی ساس کو آگ نہیں لگی، کبھی نندوں سے چولہے نہیں پھٹے، اگر یہ ظلم ہے تو پھر بہو ہی کے ساتھ ہے...... کیوں؟ ......اسی رسم بد جہیز کی وجہ سے......

اللہ تعالیٰ نے تو فرما دیا:

﴿ وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء:۹۳]

"اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

⑨......اس رسم بد کی وجہ سے بھیک مانگنا پڑتی ہے۔ اور مساجد میں، گھر گھر جا کر، گلی محلے سے ہاتھ پھیلا کر مطالبہ کرنا پڑتا ہے۔ اخباروں میں اشتہارات دینے پڑتے ہیں۔ "مجھے بچی کی شادی کرنے اور جہیز دینے کے لیے مدد کی ضرورت ہے، میں غریب بندہ، بندی ہوں براہِ کرم میری مدد کی جائے۔"

حالاں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کہ اے قبیصہ رضی اللہ عنہ صرف تین آدمیوں کے لیے سوال کرنا جائز ہے۔ ایک وہ جس نے ضمانت اٹھائی، اس کے لیے ضمانت ادا ہو جانے تک سوال کرنا جائز ہے۔ اس کے علاوہ وہ سوال نہ کرے۔ دوسرا وہ آدمی جسے کوئی آفت پہنچی اور اس کا مال واسباب ہلاک ہوگیا تو اس کے لیے مانگنا درست ہے۔ یہاں تک کہ اسے اتنا (مال) مل جائے کہ اس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اور تیسرا وہ شخص جسے سخت فاقہ پہنچے حتی کہ اس کی قوم کے تین معتبر آدمی اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں شخص کو سخت فاقہ پہنچا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے مانگنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ اسے اتنا مل جائے کہ اس کی ضرورت پوری ہو سکے یا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی حاجت مندی دور ہو سکے۔ اے قبیصہ! ان تین صورتوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور ایسا سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔" [صحیح مسلم]

لو میرج اور کورٹ میرج:

اسلام میں پسند کی شادی کرنا ناجائز نہیں۔ اگر کسی لڑکے یا لڑکی کو کوئی دین دار بااخلاق ساتھی نظروں میں آیا ہے تو وہ اپنے والدین، اپنے سرپرست سے اپنی خواہش کا اظہار کرے۔ اور اسلامی طریقے طریقے سے، حلال ذریعے سے اس سے شادی کر لے۔ لیکن آج کل یہ معاملہ ایک رسم کی صورت اختیار کر چکا ہے، یہ رسم یہود وہنود مسلم معاشرے میں بڑی گہرائی تک پہنچ چکی ہے۔ اور پھر اس کا انجام سب کے سامنے ہوتا ہے یہ صرف اور صرف بے پردگی اور بے جا آزادی کا بھیانک نتیجہ ہوتا ہے اور اب تو حقوق نسواں کے بل نے رہی سہی کسر پوری کر دی ہے۔

لڑکی جب والدین کے گھر کو چھوڑ کر اپنے آشنا کے ساتھ بھاگ جاتی ہے تو پھر تاعمر آنسو اس کا مقدر بن جاتے ہیں۔ ذلت اس کے چہرے کی سیاہی بن جاتی ہے، اور لوگوں کے طعنے جینا دوبھر کر دیتے ہیں۔

یہ لڑکیاں خود تو اپنی زندگی برباد کرتی ہی ہیں، جاتے جاتے اپنی بہنوں اور بھائیوں کو بھی زندہ درگور کر جاتی ہیں۔ بہن بھائیوں کو کوئی رشتہ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا اور لوگوں کے طعنے اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ وہ بے چارے اپنا گھر چھوڑ کر کہیں اور پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ایسی لڑکیاں خود تو خودکشیاں کر لیتی ہیں اور والدین کو مینٹل ہاؤس تک پہنچا دیتی ہیں۔ ایسی لڑکیاں زیادہ دیر زندہ نہیں رہ پاتیں، کسی کو تو اس کے رشتے داروں میں سے کوئی قتل کر دیتا ہے، کسی کو اس کا اپنا آشنا ہی موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے اور کچھ پاگل ہو کر مینٹل ہاؤس یا دارالامان پہنچ جاتی ہیں۔

بعض لڑکیوں کو تو ان کے آشنا اپنے دوستوں، یا کلاس فیلوز یا ملنے والوں کے ہاتھوں بیچ ڈالتے ہیں...... الغرض نہ دنیا میں سکون، اور نہ ہی آخرت میں سکون۔ اگر سکون ہے تو قرآن وحدیث پر عمل کرنے

پر ہی ہے۔ تجربہ کر کے دیکھیں تو سہی

عورتوں کو طلاق پہ طلاق دینا:

آج مسلم معاشرے میں طلاق بہت عام اور آسان ہوگئی ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر طلاق دے دی جاتی ہے اور بات بات پر طلاق کی دھمکیاں دی جاتی ہیں کہ تم فلاں کام کرو گی یا نہ کرو گی تو تمھیں طلاق ......تم نے میری فلاں نافرمانی کی ہے۔ لہٰذا تمھیں طلاق ......تم نے فلاں بچے کو وہاں بھیجا ہے اس لیے تمھیں طلاق...... میں تم سے اکتا گیا ہوں۔ خدا کی قسم! میرے گھر سے نکل جاؤ...... پھر جب ہوش میں آتے ہیں تو پچھتاتے ہیں، اور جلدی سے رجوع کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ یہ کام ایک بار نہیں کرتے بلکہ کئی بار ایسا کر جاتے ہیں اور یہ سوچتے ہی نہیں کہ میں یہ کام جاہلانہ کر رہا ہوں اور طلاقوں کی اسلامی تعداد سے تجاوز کر چکا ہوں۔ یہ عورت میری بیوی کیسے ہو سکتی ہے؟ پھر لطیفے والی بات یہ ہے کہ وہ ایسی سوچ کو اپنے ذہن میں لائے بغیر ہی بڑے فخر سے کہہ جاتے ہیں کہ ”یہ تو میری Wife ہے، میرے بچوں کی ماما ہے، میرے گھر کی مالکہ ہے۔“

اسلام سے پہلے جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ مرد عورتوں کو متعدد طلاقیں دیتے اور رجوع کر لیتے، اور اس طرح برسوں عورتوں کو ستاتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ”ایک شخص جتنا چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور عدت کے اندر رجوع کر لیتا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ عورت اس مرد کی زوجیت سے نہیں نکل سکتی تھی، ایک مرد سو سے اوپر تک طلاق دیا کرتا تھا۔“ [بحوالہ اسلام کا نظام عفت وعصمت]

قربان جائیں اسلام کے پاکیزہ اور منصفانہ نظام پر کہ اس نے عورت کو ذلالت کو ختم کر دیا۔

رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا:

” ابغض الحلال الی اللّٰہ الطلاق ۔“

[ابوداؤد: ۲۱۷۸۔ ابن ماجہ: ۲۰۱۸]

”حلال چیزوں میں سب سے مبغوض اللہ تعالیٰ کو طلاق ہے۔“

فقہائے کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ طلاق دراصل ممنوع ہے، ہاں کوئی عارض یا ایسی ضرورت پیش آجائے کہ بغیر طلاق کے کوئی گنجائش ہی نہ ہو تو ایسے وقت میں البتہ جائز ہے۔ جیسے میاں بیوی میں ایسی عداوت یا بغض وکینہ پیدا ہو جائے کہ نباہ غیر ممکن ہو اور حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہو جائے۔“ [ردالمختار]

منگنی:

منگنی درحقیقت اہل عرب کا ایک علاقائی رواج تھا جسے آنحضرت ﷺ نے بھی برقرار رکھا۔ شادی سے پہلے منگنی کرنا محض جواز کی حد تک ہے۔ ورنہ یہ کوئی شادی کا ضروری حصہ نہیں کہ پہلے منگنی ضروری ہی کی جائے۔ پھر ایک عرصہ کے بعد نکاح ورخصتی عمل میں لائی جائے۔ البتہ اگر کسی کو لڑکے یا لڑکی یا ان کے خاندان کی طرف سے کوئی خدشہ ہو تو وہ تحفظات کے پیشِ نظر منگنی کی رخصت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، تاکہ منگنی کے بعد دونوں خاندانوں کے لیے ایک دوسرے کو دیکھنے، جانچنے اور پرکھنے کا موقع مل جائے۔

لیکن آج کے معاشرے میں منگنی کو شادی کا ایک لازمی جز وقرار دیا گیا ہے اور شادی کی طرح بڑی دھوم دھام سے منگنی کی جاتی ہے۔ اور پھر اس پر بھی بے شمار رسمیں اور بے حیائی وعریانی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ لڑکے کو سونے کی زنجیر، انگوٹھی اور گھڑی پہنائی جاتی ہے، لڑکے کو لڑکی کے ساتھ اور لڑکی کو لڑکے کے ساتھ بٹھا کر مختلف بے حیا رسمیں کی جاتی ہیں۔ فلمیں اور تصویریں بنتی ہیں اور یوں حیا اور ایمان کا جنازہ نکال کر منگنی کی جاتی ہے۔

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ جب منگنی ہو جاتی ہے تو دونوں گھر یہ سمجھتے ہیں کہ آدھا نکاح ہوگیا ہے اور دونوں لڑکی لڑکا آزادانہ گھومتے ہیں۔ فونوں پر اور تنہائیوں میں باتیں کرتے ہیں اور نہ جانے کیا کیا کچھ ہوتا ہے، اللہ محفوظ فرمائے۔ جب اسلام کے منافی کام ہوں تو پھر ان کا انجام بھی اچھا نہیں ہوتا۔ اسی لیے تو بہت ہی کم ایسی منگنیاں پایہ تکمیل تک پہنچ پاتی ہیں۔

مایوں بیٹھنا:

اس رسم میں لڑکی کو پیلا سوٹ پہنا کر، پیلا ابٹن لگا کر ایک

کمرے میں بند کر دیا جاتا ہے۔ وہ نہ تو کام کام کر سکتی ہے اور نہ ہی کسی سے مل سکتی ہے۔ اور نہ ہی بات کر سکتی ہے حتیٰ کہ شادی کا دن آ جاتا ہے یہ سراسر فضول رسم ہے اور وقت کا ضیاع ہے۔ ہاں اگر کام کاج نہ کروائے جائیں تو کوئی قباحت نہیں تاکہ وہ اپنا آپ سنوار سکے لیکن رسم کے بقیہ اجزاء بالکل فضول اور غیر اسلامی ہیں۔

تیل مہندی:

آج یہ رسم شادی کا باقاعدہ حصہ قرار دی جاتی ہے۔ اور اس کے لیے باقاعدہ میرج ہالوں میں تقاریب منعقد کی جاتی ہیں اور کارڈز تقسیم کیے جاتے ہیں اور پھر مرد و زن کے اختلاط میں لڑکے اور لڑکی کو تیل لگایا جاتا ہے، مہندی لگائی جاتی ہے۔ اور ناچ گانا ہوتا ہے حتیٰ کہ لڑکی لڑکے کے بوڑھے والدین کو بھی ناچنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ لڑکی کو مہندی لگانا تو سنت ہے لیکن مہندی کے نام پر فحاشی و عریانی کرنا اسلام کے منافی کام ہے۔

کار سجانا:

شادی کی رسموں میں ایک رسم کار سجانا بھی ہے۔ لڑکا اپنی کار کو بڑی خوب صورتی سے سجاتا ہے اور اس کے لیے تو باقاعدہ دکانیں اور شوروم قائم ہیں۔ حالاں کہ اس کا فائدہ تو کوئی نہیں ہے البتہ نقصان ضرور ہیں، مثلاً: ریاکاری اور فضول خرچی جو کہ دونوں اسلام کے خلاف ہیں، اور اس کے علاوہ سجی کار کو تو ڈاکو بھی بہت لوٹتے ہیں۔ کیوں کہ ڈاکوؤں کو پتا ہوتا ہے کہ اس کار میں سے ہمیں بہت سا زیور اور مال ملے گا۔ اس کے دنیاوی و اخروی اتنے زیادہ نقصان ہونے کے باوجود بھی بے وقوف لوگ اس رسم کو چھوڑنے کا نام نہیں لیتے، اللہ ہدایت دے، آمین۔

دلہا و دلہن کا بناؤ سنگھار:

شادی کے موقع پر دلہن ناخن بڑھا لیتی ہے، پلکنگ اور تھریڈنگ کروا لیتی ہے۔ غیر اسلامی اور مختصر سا لباس لیکن لاکھوں مالیت کا تیار کیا جاتا ہے اور بیوٹی پارلرز سے ہزاروں کا میک اپ کروایا جاتا ہے جو ایک دھلائی سے ہی پانی کے ساتھ بہہ جاتا ہے۔ اور اس کا دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بیوٹی پارلرز میں ویڈیو کیمرے خفیہ طور پر لگائے گئے ہوتے ہیں جو کہ دلہنوں کی عریاں و نیم عریاں فلمیں بناتے ہیں اور بعد میں انھیں بلیک میل کرتے ہیں اور متعدد گھرانے اجڑ جاتے ہیں۔ اب تو دولہے بھی بیوٹی پارلرز سے تیار ہوتے ہیں ...... کافی عجوبے دکھائی دیتے ہیں۔

اور دولہا صاحب داڑھی منڈوا لیتے ہیں، تاکہ میں کم عمر لگوں۔ لیکن وہ غور نہیں کرتے کہ داڑھی کے بغیر وہ پانچ بچوں کے باپ معلوم ہوتے ہیں۔ سونے کی زنجیر، گھڑی اور انگوٹھی پہنائی جاتی ہے جو کہ اسلام میں حرام ہے اور جہنم کا انگارہ ہے۔

اور سہرا بھی باندھا جاتا ہے، یہ رسم ایران کے آتش پرستوں نے ایجاد کی، اور بڑھتے بڑھتے بادشاہوں تک پہنچ گئی اور وہ اپنی شادیوں پر سونے کی تاریوں اور قیمتی نگینوں سے مرصع سہرے تیار کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ سہرے کی جگہ ایسی ٹوپیاں تیار ہونے لگی ہیں جو بیک وقت ٹوپی، پگڑی (کلاہ) اور سہرے کا کام دیتی ہے، اور پگڑی کا ایک پلو لمبا چھوڑ کر اس کو کندھے کے گرد لپیٹتے ہوئے بازو پر ڈال دیا جاتا ہے۔ اور دولہا کو اس کی خاطر بایاں بازو سینے کے ساتھ باندھے رکھنا پڑتا ہے۔ اور دیکھنے والا دیکھتا ہے کہ شاید راہ چلتے اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ یہ شرکیہ رسم ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

ایک رسم بد اور فضول قسم کا کام یہ بھی ہے کہ دولہا کو اصل قیمتی نوٹوں اور پھولوں پر مشتمل ہار پہنائے جاتے ہیں، اور وہ لدا پھندا بیٹھا ہوتا ہے، یہ اس لیے ہوتا ہے کہ دولہا پہچانا جائے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ایک غیر اسلامی اور خلافِ سنت رسم اور طریقہ ہے۔ جب کوئی اجنبی پیارے پیغمبر ﷺ کی مجلس میں آتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ ایسے مل جل کر بیٹھے ہوتے تو وہ پہچان نہ سکتا تھا کہ نبی کون ہیں؟ اسے پوچھنا پڑتا تھا، اگر یہ پہچان کروانا اتنی اہم بات ہوتی تو حضور ﷺ کوئی خاص نشانی رکھ لیتے۔ لیکن چوں کہ یہ اسراف کے دائرے میں آتی ہے اس لیے تو رسولِ اکرم ﷺ نے بھی نہیں کی۔ لیکن افسوس امت محمدیہ ﷺ فضول اور اسراف کے کام کرنے لگی، اللہ ہدایت

فرمائے۔ آمین

برات، بارات یا برأت:

یہ ایک بہت ہی بری اور غیر اسلامی رسم ہے۔ لوگ برات میں ایسے جاتے ہیں گویا حج پر جا رہے ہوں۔ ''آپ ﷺ کے دورِ مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شادیاں ہوتیں تو آپ ﷺ کو خبر اس وقت ہوتی جب آپ ان کے کپڑوں پر زعفران وغیرہ لگا دیکھتے اور دریافت فرماتے تو صحابی رضی اللہ عنہ کہتے کہ یا رسول اللہ! نکاح کیا ہے۔''

لیکن آج جو شادی سے رہ جاتے ہیں وہ تو مرنے کے بعد بھی اس شخص کو معاف نہیں کرتے۔ اسی لیے تو لوگ براتوں پر اگلی پچھلی پشتوں کو، دور و نزدیک کے دوستوں کو بلاتے ہیں۔ بسیں ویگنیں کاریں بک کروائی جاتی ہیں، اور مرد و زن کا اختلاط الگ عجیب سا ہنگامہ بپا کیے ہوتا ہے، اور پھر ان کے علاوہ فوجی بینڈوں کا شور، کنجروں کا ڈانس الگ، اور آتش بازی کا شور الگ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا:

﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [لقمان:٦]

''اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو لہو الحدیث (یعنی لغویات) خریدتے ہیں، تاکہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کے راستے سے گمراہ کریں، اور ہنسی مذاق بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

اور آتش بازی سے بعض اوقات لوگ زخمی بھی ہو جاتے ہیں، اور بعض اوقات خوشیوں والا گھر ماتم کدہ بن جاتا ہے، اور پھر شادی پر دولہا کے سر سے وار وار کر پیسے میراثیوں کو دینا ایک شرکیہ اور اسراف پر مبنی کام ہے۔ لیکن جو یہ کام نہ کرے اسے آج کے معاشرے میں کنجوس قرار دیا جاتا ہے۔ پھر برات میں مخلوط انتظام ہونے کی وجہ سے دولہے کے ساتھ لڑکی کی کزنیں اور بہنیں ایسی ایسی رسمیں کرتی ہیں کہ شیطان بھی شرما جاتا ہے۔ کہیں دودھ پلائی ہے، کہیں جوتی چھپائی ہے اور کہیں دولہا گرائی ہے۔ اللہ محفوظ فرمائے، آمین۔

برات کے بارے میں علمائے کرام کے اقوال:

محترم ڈاکٹر اسرار احمد:

''شادی کے موقع پر اگر دعوتِ طعام کے پروگرام کو خارج کر دیا جائے تو خود بخود برات کا پورا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور واقعتاً یہ ہے ہی ختم ہو جانے کے لائق بلکہ صد لائق۔ یہ لفظ خالص عجمی ہے اس طرح اس کا پورا تصور بھی خالص عجمی ہی ہے۔ اور اس کا وہ نقشہ تو خاص ہندوانہ ہے جو ہمارے ذہنوں میں شادی کے لوازم کی حیثیت سے رچ بس گیا ہے کہ ایک جتھے کی صورت جمع ہو کر اور باقاعدہ چڑھائی کے انداز میں لڑکی والے کے گھر جانا، اور پھر لڑکی کا ڈولا لے کر فاتحانہ انداز میں لوٹنا۔ خالص ہندوانہ تصور ہے جس کی بیخ کنی لازمی ہونی چاہیے۔'' [بحوالہ ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۶ء]

محترم حافظ صلاح الدین یوسف: برات کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں سے چند اقتباسات:

⦿...... برات کا یہ سلسلہ جو پاک و ہند میں رائج ہے اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اور یہ قابل اصلاح ہے۔ لڑکی والوں سے اچھے اچھے کھانے طلب کرنا بھی انتہائی کمینگی ہے۔ اسلام میں اس کی اجازت تو کجا یہ تو عام انسانیت اور شرافت کے معیار سے گری ہوئی حرکت ہے۔

⦿...... نبی ﷺ کے نکاح میں اس قسم کی کوئی چیز نہیں ملتی۔

⦿...... نبی ﷺ کے طریقے کی پیروی پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے واجب ہے۔

⦿...... جو لوگ عام رواج کی پیروی کرتے ہیں ان کا عمل قابل تقلید نہیں۔ [بحوالہ الاعتصام ۱۵۔ اپریل ۱۹۸۵ء]

ایک اور استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں:

⦿...... برات کا اسلام میں کوئی تصور نہیں یہ سارا تصور غیر مسلموں سے اختلاط کا نتیجہ ہے۔

⦿...... برات کے ساتھ ساری برادری، احباب اور تعلق داروں کو اکٹھا کرنا اور لڑکی والوں کے گھر لاؤ لشکر کے ساتھ پہنچنا فضول رسم

ہے۔اس کوختم کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

⦿......صحیح بات یہ ہے کہ گھر کے ضروری افراد لڑکی والوں کے گھر جائیں اور سادگی کے ساتھ نکاح کر کے لڑکی کو اپنے گھر لے آئیں۔صرف نکاح کا اعلان ضروری ہے اور وہ طرفین کے گھر والوں کے سامنے ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد لڑکے کے لیے ولیمہ اپنی استطاعت کے مطابق کرنا ضروری ہے۔اس میں اسراف،نمود ونمائش اور تکلّفات شریعت کی روح کے خلاف ہیں۔

⦿...... زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جمع کر کے برات کی صورت میں لے جایا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ جیسے بینڈ باجے، آتش بازی، ہار، بھانڈ میراثیوں کی ویلیں وغیرہ۔ اگر برات کا تصور ختم کردیا جائے، تو یہ خرابیاں خود بخود ختم ہوجائیں۔[الاعتصام ۲۶ مئی ۱۹۸۹ء]

مولانا عبید اللہ عفیف: ''شادی میں برات کی حیثیت'' کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح والی حبشہ نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کردیا اور اپنی طرف سے چار ہزار درہم مہر مقرر کر کے شرحبیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ کے ساتھ مدینے بھیج دیا۔'' [سنن ابی داؤد]

معلوم ہوا کہ برات شرعاً کوئی ضروری نہیں۔لیکن کسی حدیث میں اس کی ممانعت بھی مروی نہیں اگر ضروری امور نبٹانے اور دلہن کو گھر لانے کے لیے ضروری افراد چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ تاہم ناموری اور شہرت کے لیے مروجہ تکلّفات اور بے محابا آدمیوں کے ٹھٹھ کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ لہٰذا مختصر آدمی ہونے چاہئیں ورنہ ریا، سمع، اسراف، تبذیر جیسے کبائر کا ارتکاب ضروری ہوجاتا ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ برات کے شرکاء حتی الامکان شریعت کی پابندی کرنے والے ہوں۔

دولہا کے دوستوں اور چند اقرباء کی شمولیت کو غیر شرعی اجتماع یا ہندووَانہ رسم قرار دینا بھی صحیح نہیں۔اس مسئلہ میں افراط وتفریط دونوں جائز نہیں۔ [الاعتصام ۱۱۔دسمبر ۱۹۸۷ء]

مولانا اشرف علی تھانوی: برات میں موجود کبیرہ گناہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

⦿...... مال کا بے ہودہ اڑانا، ⦿......ریا وافتخار یعنی نمود ونمائش، ⦿...... رسم کی بے حد پابندی، کافروں کی مشابہت، ⦿...... سودی قرض یا بلا ضرورت قرض لینا، ⦿...... انعام واکرام کو زبردستی لینا، ⦿...... بے پردگی، ⦿......شرک وعقیدے کی خرابی، ⦿......نمازوں کا قضا ہونا یا مکروہ وقت میں پڑھنا، ⦿......گناہ میں مدد دینا، ⦿......گناہ پر قائم وبرقرار رہنا اور اسے اچھا سمجھنا۔ [بحوالہ بہشتی زیور]

مولانا نعیم صدیقی:

''پھر کہیں باراتوں کے ساتھ بینڈ باجے اور گولے پٹاخے اور کہیں لڑکے والوں کی طرف سے ساعت شکن واہیات ریکارڈنگ کا طوفانی شور، پھر لڑکی والوں کی طرف سے گھڑے تھالی اور ڈھولک کے پاکیزہ گھریلو گیتوں سے معاملہ آگے بڑھ کر اپوا والی ثقافت تک جا پہنچتا ہے۔ کچھ فلمی بول ہیں، کچھ دھمال لڈی ہے، فن کی مہارت بھی بے جا شامل ہوتی بلکہ بلوائی جاتی ہے۔ گویا شادی نہ ہوئی کوئی سلطنت فتح ہورہی ہے اور اس کا جشن منایا جارہا ہے۔اسلام میں تو ایسا جشن بھی سجدۂ عبودیت کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

یہ مسلمان جن کے آدھے بھائی افغانستان، فلسطین، لبنان، شام، بھارت، حبشہ، فلپائن اور افریقی ریاستوں میں ہزار در ہزار ذبح ہورہے ہیں، اور آدھے بھائی مہاجر بن کر متعدد کیمپوں میں پڑے ہیں، اور جن کے ایک طرف روس اور دوسری طرف بھارت جدید اسلحہ سے لیس کھڑے ہیں، ان کی دلچسپیوں اور مشاغل کا یہ حال ہے؟؟

ہم لوگ جس دولت کو اس طرح اڑا دیتے ہیں، کیا یہ دوسروں کی حق ماری نہیں؟ اور کیا ہمیں پیسے پیسے کا حساب آخرت میں نہیں دینا ہوگا؟ کیا دنیا اندھیر نگری ہے، اور دولت ایک خوانِ یغما ہے کہ جس کا جتنا جی چاہے لوٹ لے اور پھر اس کو چاہے تو دریا برد کردے چاہے تو آگ لگادے...... جی نہیں یہ خدا کے خزانے کا مال ہے اور اس کے ہر ذرہ کا حساب دینا ہوگا۔ [بحوالہ ''عورت معرض کشمکش میں'' از مولانا نعیم صدیقی]



عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

حافظ راشد منیر تبسم، فیصل آباد

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدۃ:٣]

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا۔''

معلوم ہوا جتنا دین ہمیں پیارے پیغمبر ﷺ دے گئے ہیں۔ صرف اتنے پر عمل کرنے سے انسان جنت کا حق دار بن جاتا ہے۔ کیوں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے پیغمبر کائنات ﷺ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو انھوں نے دین کو ناقص نہیں چھوڑا بلکہ جو انھیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغام ملا مکمل لوگوں تک پہنچا دیا۔ ہمیں کامل یقین ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پیغام الٰہی لوگوں تک پہنچا کر رسالت کا حق ادا کر دیا ہے۔ گویا دین اسلام میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اب اگر ہم دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرتے ہیں تو دین کو ناقص سمجھنے کا جرم ہم پر عائد ہوتا ہے۔ ہم اپنے عمل سے اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" من ابتدع في الاسلام بدعة يراها حسنة فقد زعم أن محمدا خان الرسالة لأن الله يقول اليوم أكملت لكم دينكم ۔ فما لم يكن يومئذ ديناً ۔ فلا يكون اليوم دينا ۔" [الاعتصام للشاطبی: ١/٤٩]

''جس شخص نے دین میں نیا کام کیا، اور اسے حسنہ کہا۔ تو اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی ہے۔''

محترم قارئین! اسلام نے خوشی کے دن بھی متعین فرما دیے ہیں اور غم کے مواقع کی نشان دہی بھی کر دی ہے۔ اسلام کے متعین کردہ خوشی کے دنوں کے علاوہ اگر کوئی مزید خوشی کے دن مقرر کر کے اسلام میں داخل کرتا ہے اور خوشی منانے کے غیر شرعی طریقے اختیار کرتا ہے تو اللہ کے ہاں اس بدعت کے ایجاد کرنے پر بھی جواب دہ ہوگا اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا جرم بھی اس پر عائد ہوگا۔ ایسے ہی عید میلاد النبی ﷺ کا دن بھی ایک مخصوص طبقہ نے اپنی طرف سے مقرر کیا ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

غور فرمائیں! آپ قرآنِ کریم کو سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک پڑھ جائیں مکمل ایک سو چودہ سورتیں اور تمام آیات کا مطالعہ بڑی باریک بینی سے کر گزریں۔ اس کے علاوہ مطالب اور معانی پر خوب غور کر لیں مگر کہیں بھی اس عید میلاد النبی منانے کی معمولی سی جھلک بھی آپ کو نظر نہ آئے گی۔ احادیث کے ذخیرے کو اچھی طرح کھنگال لیں اس میں ابواب العیدین کے نام سے عید الاضحیٰ اور عید الفطر تو مل جائیں گی مگر یہ خود ساختہ تیسری عید کہیں نہیں مل سکے گی۔ رسولِ مکرم ﷺ کی زندگی میں یہ دن نبوت سے پہلے چالیس مرتبہ اور نبوت کے بعد یہ دن ۲۳ تئیس مرتبہ آیا مگر کیا انھوں نے اپنی ولادت کا دن اس طرح منایا تھا؟ خلفائے راشدین کی خلافت میں یہ دن تقریباً اٹھائیس مرتبہ آیا کیا انھوں نے اس دن کو اس طرح منایا؟ آخری صحابی ابوطفیل بن عامر واثلہ رضی اللہ عنہ تک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں یہ دن آیا کیا انھوں نے اس دن کو اس طریقہ سے منایا؟ آج ہم سب مل کر نبی ﷺ کے ایک صحابی کی محبت کا مقابلہ نہیں کر سکتے اگر واقعی یہ دن کوئی حقیقت رکھتا تو نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی بھی اس

موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کو دیکھئے تو آخری تابعی ۱۸۰ ہجری میں فوت ہوا۔ اس وقت تک بھی میلاد کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ تابعین کے بعد تبع تابعین کا دور آتا ہے جو ۲۲۰ ہجری میں ختم ہوا۔ اس وقت تک بھی میلاد منانے والا کوئی بھی نہ تھا۔ پھر ائمہ دین جن کی تقلید کے نام پر لوگ اپنے مذہب چلاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کیا ان چاروں اماموں نے اس خوشی کے دن کو منایا؟ ثابت ہوا ۲۴۱ ہجری تک بھی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان تک نہیں ملتا۔ اب اگر کوئی میلادی اہل حدیث پر اس وجہ سے گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ لگاتا ہے کہ اہل حدیث عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں مناتے، اس وجہ سے گستاخ ہیں، تو پھر کیا نعوذ باللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اربعہ تمام اس فتویٰ کی زد میں آ کر گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں ہوتے؟ ہم تو کہتے ہیں کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ وغیرہ پر گستاخی کا فتویٰ لگانے والا خود سب سے بڑا گستاخ ہے۔

گھر کی گواہیاں:

عید میلاد النبی منانے والا ٹولہ خود بھی جانتا ہے کہ اس بدعت کا آغاز اسلام میں چھ سو سال بعد ہوا۔ اس کا انھیں اعتراف بھی ہے لیکن پھر بھی سادہ لوح عوام کو دھوکے میں رکھ کر اس محفل کو مقدس عبادت کا نام دے کر پیٹ پوجا کر رہے ہیں، چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے:

بریلویوں کی معروف شخصیت دیدار علی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ میلاد شریف کا سلف صالحین سے قرونِ اولیٰ میں کوئی ثبوت نہیں یہ بعد میں ایجاد ہوئی ہے۔

[رسول الکلام فی بیان المولد والقیام، ص:١٥]

اس طرح معروف بریلوی عالم دین مولوی عبدالسمیع رامپوری لکھتے ہے:

''میلاد شریف کا معین کرنا چھٹی صدی کے آخر میں ہوا۔''

[انوارِ ساطعہ مع براہین قاطعہ، ص:۱۶۳، طبع کراچی:۱۹۸۹]

مولانا غلام رسول سعیدی صاحب حنفی بریلوی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ فرماتے ہیں: ''سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین نے محافل میلاد منعقد نہیں کیں بجا ہے۔'' [شرح صحیح مسلم، ج:۳، ص:۱۷۹]

مفتی احمد یار گجراتی صاحب فرماتے ہیں: ''جس بادشاہ نے پہلے اس کو ایجاد کیا وہ شاہ اربل ہے۔'' [جاء الحق، ص:۲۲۶]

حافظ سیوطی نے الحاوی للفتاویٰ [ص:۱۲۹] میں بھی یہی موقف اختیار کیا ہے اس کا موجد شاہِ اربل ہے۔ ممکن ہے موصل میں ابوسعید کوکبری نے سب سے اوّل اس کا انعقاد کیا ہو۔ مگر اس کے موجد فاطمی خلفاء تھے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بانی رافضی ہیں۔ بہرحال جو بھی ہو یہ اسلام میں ایک ایسی بدعت ہے جس کے خیر القرون میں نہ ہونے کا بریلوی علماء کو بھی اعتراف ہے۔

بریلویوں کے حکیم الامت [جاء الحق، ص:۲۲۰] میں میلاد کی حقیقت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''میلاد شریف کی حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کا قصہ بیان کرنا، حمل شریف کے واقعات، نور محمدی کی کرامات، نسب نامہ، شیر خوارگی اور حضرت حلیمہ کے یہاں پرورش کے واقعات بیان کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پاک، نظم یا شعر پڑھنا سب اس کے تابع ہے۔'' ...... الخ

بریلویوں کے عام علماء اور خطباء بھی کچھ اس قسم کی حقیقت بتلاتے ہیں مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کی حقیقت صرف یہی ہے کہ ولادت اور اس کے متعلقہ واقعات کو بیان کیا جائے تو اس میں اختلاف یا انکار نہیں۔ اگر یہی اصل میلاد ہے تو کیا اہل حدیث اپنی تقریروں میں ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کرتے؟ کیا ان کی تصنیفات اور ان کی لکھی گئی سیرت کی کتابوں میں ان باتوں کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے اور واقعتاً ہوتا ہے تو پھر بریلوی حضرات کا اہل حدیث پر منکرین میلاد ہونے کا فتویٰ لگانا اور انھیں گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم گردانا کہاں تک صحیح ہے؟

اصل میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت بیان کرتے ہوئے نزاعی امور کو پس پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ مثلاً: بارہ ربیع الاوّل کو نبی

کریم ﷺ کا یوم ولادت قرار دے کر اس دن مجالس قائم کرنا، وہ نعت خوانی جو شرکیہ کلمات سے بھرپور ہوتی ہے، جلوس نکالنا، گلی کوچوں کو سجانا، ذکر ولادت کے وقت اس نیت سے دست بستہ قیام کرنا کہ نبی اکرم بنفس نفیس اس مجلس میں تشریف لا رہے ہیں اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ان کو حاضر وناظر جان کر پڑھنا۔

پہلی بات: یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل کو ہی آپ ﷺ کا یوم ولادت قرار دینا سراسر غلط ہے۔ کیوں کہ اس میں کثیر اختلاف ہے اگر یہ اسلامی تہوار کی صورت میں رائج ہوتا تو کم از کم نبی ﷺ کی ولادت کی تاریخ میں اختلاف نہ ہوتا۔

دوسری بات: یہ ہے کہ اس دن کو قرآن خوانی، نعت خوانی اور اس طرح کی دیگر رسومات کے لیے خاص کیا جاتا ہے۔ حالاں کہ نفلی عبادت کے لیے دن یا وقت کا خاص کرنا جائز نہیں۔ اس طرح عید میلاد النبی ﷺ کا اپنی طرف سے دن مقرر کرنا درست نہیں۔

تیسری بات: جو اس میلاد میں اختلاف کا باعث بنتی ہے وہ اس دن میں اس نیت کے ساتھ قیام کرنا ہے کہ نبی ﷺ خود اس محفل میں تشریف لا رہے ہیں۔ حالاں کہ یہ بات شریعت کی تعلیمات کے بالکل برعکس ہے۔

چوتھی بات: یہ ہے کہ الصلوٰۃ والسلام علیک کے کلمات سے نبی ﷺ کو حاضر وناظر جانتے ہوئے ندا کرنا شرک ہے۔ کیوں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو اپنے علم اور قدرت کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے۔ یہ مقام اور صفت اللہ کے بغیر کسی کو حاصل نہیں۔ یہ صریح شرک ہے جو بذات خود اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظلم عظیم ہے۔

پانچویں بات: اس دن چراغاں کرنا، جلوس نکالنا، گلی کوچوں کو سجانا ہے۔ چراغاں کرنا ایک طرف تو ہندوؤں کی دیوالی کی نقل ہے تو دوسری طرف فضول خرچی اور اسراف بھی ہے۔ شریعت کو کسی بڑے سے بڑے انسان کی موت وحیات سے اس طرح کوئی دلچسپی نہیں کہ ثواب جان کر اس کی سالگرہ منائی جائے، یا نوحہ وغم کر کے برسی رچائی جائے۔ بلکہ صاف ارشاد فرمایا:

﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾

''یہ جماعت گزر چکی ہے ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا۔ اور تمہیں ان کے اعمال کے متعلق باز پرس نہیں ہوگی۔'' [البقرۃ:۱۳٤]

عید میلاد النبی ﷺ کی حقیقی شرعی حیثیت:

عید میلاد النبی ﷺ کی حقیقی شرعی حیثیت وہی ہوسکتی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے متعین کر دی تھی۔ آپ نے دین میں نئے ایجاد ہونے والے ہر عمل کے بارے میں بدعت کا حکم لگا کر کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار کی کسوٹی مقرر فرما دی۔ ہم تو یہی کہیں گے جو کام رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں دین نہ تھا صحابہ کرام نے اس پر عمل نہ کیا وہ کام قیامت تک کسی دور میں بھی دین کا حصہ نہیں بن سکتا۔

محبت رسول کا معیار:

محبت کا معیار نعرہ بازی نہیں اور نہ ہی یہ موسمی چیز ہے کہ ربیع الاوّل میں تو یہ سیلاب بن کر آئے اور باقی سارا سال احساس تک نہ ہو کہ ہمارا کوئی رسول بھی ہے۔ محبت والفت دائمی تعلق کا نام ہے۔ محبت رسول ﷺ کا ہم سے یہ تقاضا ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلیں ان کی سیرت اور اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی کا محور بنائیں، ان کے اقوال کو بلاشرکت غیر قبول کریں، ان کے اعمال کو بغیر قیل وقال کے لائحہ عمل بنائیں، ان کے حکم کو بغیر حیل وحجت کے تسلیم کریں، ان کی ممانعت کو نص جان کر ترک کر دیں۔ یہی ان کی ذات مقدسہ سے والہانہ عقیدت ومحبت ہے۔ خود سید الثقلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے صراحت فرمائی ہے کہ

''جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔''

[مشکوۃ، ص:۳۰]

۱۲ ربیع الاوّل وفات النبی ﷺ:

۱۲۔ ربیع الاوّل وفات النبی ﷺ کا دن ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے یہ سب کے نزدیک متفق علیہ بات ہے۔ اسی دن وفات مصطفیٰ پر سیدہ فاطمہ بڑے پرسوز اور رقت انگیز شعر کہتی ہیں ؎

صبت علی مصائب لو انہا
صبت علی الایام صرن لیالیا

''مجھ پر ایسی مصیبتیں آ پڑی ہیں اگر دنوں پر پڑتیں تو وہ رات ہوجاتے۔'' [رحمۃ اللعالمین حصہ دوم، ص:۳۰]

جس روز نبی علیہ السلام کا سانحہ ارتحال ہوا اس روز مدینۂ رسول ﷺ میں آپ کے جانثار ومحبّ آپ ﷺ کے وصال اور فراق سے نہایت افسردہ، غمزدہ اور اشکبار تھے۔ وفات رسول ﷺ کے واقعہ دلفگار نے اہل مدینہ پر قیامت صغریٰ بپا کردی تھی۔ افسوس کہ جس روز ایسا ہوا زمانہ حال کے عاشقانِ رسول ﷺ اس دن خوشیاں مناتے، جھنڈیاں لگاتے، ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے، بھنگڑے ڈالتے، جعلی داڑھیاں لگا کر سنت رسول کا استہزاء کرتے، نمائشوں کا اہتمام کرتے، شرک سے لتھڑی غلیظ قوالیاں سنتے اس کے علاوہ جو خرافات ان سے ہوسکتی ہیں یہ دین کے نام پر کرتے ہیں۔ چناں چہ یارانِ تیزگام سے فقط اتنا ہی عرض کروں گا کہ خدارا حقیقت حال کو سمجھیں اور جوشِ عقیدت میں خود ساختہ بدعات وخرافات سے اجتناب کریں اور سنت رسول اللہ ﷺ پر گامزن رہیں۔

دعائے مغفرت

ملک کے مشہور معالج حکیم عبدالحکیم آف جاہمن کی بڑی بھاوج بیوہ حکیم خلیل احمد مرحوم مؤرخہ ۱۰۔ مارچ ۲۰۰۸ء بروز سوموار قضائے الٰہی سے انتقال کرگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین ان کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔ [ادارہ]

رابطہ نمبر

مولانا عبدالعزیز راشد (نائب امیر مرکزی جمعیت پنجاب) سے رابطے کے لیے احباب درج ذیل نمبر نوٹ فرمالیں۔
0333-8384285/0300-6658305/041-2665830 [محمد زبیر عابد شیخوپوری]

اجتماع برائے خواتین

۲۷۔ مارچ بروز جمعرات دوپہر ایک بجے بمقام مدرسہ جامعہ عمر بن خطاب شوالہ چوک سنگھ پورہ لاہور میں اجتماع (سیرت النبی ﷺ) برائے خواتین منعقد ہوگا۔ محترمہ ام عبدالربّ، باجی فوزیہ صاحبہ (اسلام آباد) خطاب کریں گی۔ مواعظ حسنہ سے مستفید ہوں۔ [بیگم حافظ عبدالرحمٰن نعیم (مدیرہ)]

پروفیسر ڈاکٹر اکرم حسین علی رحلت فرما گئے

جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے ممتاز استاذ پروفیسر ڈاکٹر اکرم حسین علی مختصر علالت کے بعد حیدرآباد سندھ میں ۷۔ مارچ ۲۰۰۸ء بروز جمعۃ المبارک رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے دس سال کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کیا۔ اس کے بعد اپنے والد کے ہمراہ ۱۹۶۱ء میں سعودی عرب چلے گئے۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران تعلیم کا آغاز کیا اور پی، ایچ، ڈی تک مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم مکمل کی۔ اس دوران آپ وہاں محلے کی مسجد میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ آپ ۱۹۸۹ء میں جامعہ سلفیہ میں بطور استاد تشریف لائے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ جامعہ کی مسجد کے امام بھی مقرر ہوئے۔ آپ درویش صفت اور نمونہ سلف تھے۔ بہت محنت لگن اور خلوص کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ طلبہ کی خیرخواہی کرتے۔ قرآنِ حکیم کی تصحیح پر بہت زور دیتے تھے۔ بہت سادہ مگر باوقار زندگی گزاری۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ [طلبہ واساتذہ جامعہ سلفیہ حاجی آباد، فیصل آباد]

شیخ عمر فاروق کی ہمشیرہ کا انتقال

''الاعتصام'' کے معزز مضمون نگار محترم شیخ عمر فاروق صاحب کی بڑی ہمشیرہ محترمہ ۱۷ مارچ بروز پیر وفات پاگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بڑی صالحہ ونیک سیرت خاتون تھیں۔ صبر وشکر اور غنا جیسی نعمتوں سے مالا مال تھیں۔ ان کی نماز جنازہ پروفیسر حافظ ثناء اللہ خان صاحب نے پڑھائی اور موصوفہ کو لاہور کینٹ کے قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔ قارئین سے دعائے مغفرت وبلندیٔ درجات کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

مکتبہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

فہرست اردو کتب

۲۲۰ء۸ مولانا عبداللطیف مسعود

م۶۲۴ک کیا بائبل واقعی بدل گئی ہے؟ ص:۲۴، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، پاکستان۔س۔ن

۲۲۱

ا انجیل مقدس جو مقدس یوحنا کی معرفت لکھی گئی

۲۲۱ خواجہ نذیر احمد صاحب بٹ

ن۴۴ا انبیاء پر بہتانات بائبل اور تردید بزبان بائبل، ص:۳۶، مرکز تبلیغ اسلام اسلامی مشن کوٹ لکھپت لاہور، س۔ن

۲۳۲ نذیر جان ریورنڈ

ن۴۵ح حیات المسیح (حصہ سوم)، ص:۱۱۹، ریورنڈ مسٹر ای جے کورکورن ۱۹۷۵ء

۲۳۲ محمد اسلم رانا

را۴۲۱ا الوہیت مسیح اور تثلیث، ص:۲۷، اسلامی مشن سنت نگر لاہور س۔ن

۲۳۲ شوبھا

ش۲۷ح حضرت عیسیٰ مسیح کی زندگی، ص:۱۱۲، ایم۔ آئی۔ کے فیروز پور روڈ لاہور۔۱۹۹۷ء

۲۷۵ء۴۷ محمد اسلم رانا

را۴۲۱پ ماہنامہ المذاہب لاہور اگست ۱۹۹۵ء کا پاکستان میں اقلیتوں کی مذہبی آزادی نمبر، ص:۲۷۲، اسلامی مشن سنت نگر لاہور۔س۔ن

۲۵۹ محمد اسلم رانا

را۴۲۱ص صدر کلنٹن کے نام مسیحیوں کا مراسلہ اور اس کا جواب، ص:۳۲، مرکز تحقیق مسیحیت لاہور، س۔ن

۲۹۴ء۵ ڈاکٹر چیٹر جی، ایم اے، پی ایچ ڈی

ج۹۶ب برہمن کا بھیانک چہرہ، ص:۳۲، ادارہ علم وادب پاکستان لاہور، س۔ن

۲۴۱

پ۱۷ج جامعۃ الفرائض، ص:۲۰۴، پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی کی طرف سے شائع ہوا، س۔ن

۲۹۷ء۲۲۳ اسرار عالم

ا۳۸۷ع عالم اسلام کی سیاسی صورتِ حال، ص:۳۲، دار العلم نئی دہلی ۱۹۹۸ء

۲۳۹ سی۔جی۔فانڈر

ف۳۰۸م میزان الحق، ص:۴۹۴، س۔ن

۲۷۵ء۴۷ ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی

ر۶۷پ پاکستان میں مسیحیت ① تاریخ مسیحیت، ② جائزہ، ص:۲۹۲۔۳۰۴، مسلم اکادمی محمد نگر لاہور پاکستان ۱۹۹۲ء

۳۷۷ محمد اسلم رانا

را۴۲۱ق قومیائے گئے مسیحی تعلیمی اداروں کی واپسی، ص:۲۲، اسلامی مشن سنت نگر لاہور، س۔ن

۲۹۴ء۵ مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی

د۹۶۷س ستیارتھ پرکاش، ص:۳۴۷، شریمتی آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لاہور ۱۹۰۸ء

۲۴۴ آر۔بخت

ب۳۲ا حضرت ابراہیم، ص:۱۴۷، ایم۔آئی۔کے، فیروز پور روڈ لاہور ۱۹۹۸ء

۲۴۴ آر بخت

ب۳۲د حضرت داؤد، ص:۱۸۰، ایم۔آئی۔کے، فیروز پور روڈ لاہور ۱۹۹۸ء

۲۴۴ آر بخت

ب۳۲ی حضرت یوسف قید سے محل تک، ص:۱۷۶، ایم۔آئی۔کے، فیروز پور روڈ ۱۹۹۶ء

۲۹۴٫۵ اسرار عالم
ا۳۸۷ھ ہندتو دار العلم، ص:۳۸، نئی دہلی ۱۹۹۸ء
۲۹۴٫۵۷ فصل حسین
ف۵۶آ آریہ مذہب کی حقیقت، ص:۸۸، س۔ن
۲۹۴٫۵ دیوشاستر
ش۲۹۲د بانئے دیودھرم کا اردو ترجمہ، ص:۵۲۰، مرکنٹائل پریس لاہور، س۔ن
۲۹۴٫۷۰۶ گیانی خزاں سنگھ
خ۵۰۴ت تاریخ گوردوارہ، ص:۸۰، شہید گنج لاہور، س۔ن
۲۹۶ ابوالحسن
ا۱۳۵ت تسخیر عالم کا یہودی منصوبہ، ص:۱۶۶، س۔ن
۲۹۶ یوسف ظفر
ی۸۷ی یہودیت، ص:۴۶۳، مکتبہ داستان لمیٹڈ پٹیالہ گراؤنڈ لاہور ۱۹۸۲ء
۲۹۶٫۹ احمد عبدالغفور عطار، ترجمہ: علامہ اختر فتح پوری
ع۸۲ی یہودیت اور صہیونیت، ص:۲۵۶، ادارہ اشاعت النبویہ فیصل آباد، س۔ن
۲۴۱ جارڈن۔سی۔خان، مترجم: سیرل سنگھ
خ۳۵۶ا اطمینان کی تلاش، ص:۶۴، ایم۔آئی۔کے، فیروز پور روڈ لاہور ۱۹۹۸ء
۲۹۶ خواجہ نذیر احمد بٹ
ن۴۴ی یہودیت، ص:۲۷، اسلامی مشن سنت نگر لاہور، س۔ن
۲۹۷٫۰۱۶ محمد بن اسحاق بن ندیم ورّاق، مترجم: مولانا محمد اسحٰق بھٹی
ن۳۸ف الفہرست، ص:۸۳۲، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور پاکستان ۱۹۶۹ء
۲۹۷٫۰۳ دانش گاہ پنجاب
ا۳۲۸د اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج:۲۳، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۶۴ء

۲۹۷٫۰۴
م فہم قرآن سیمینار، ص:۱۷۴، باہتمام دار الفلاح لاہور ۲۰۰۶ء
۲۹۷٫۰۳
ا۴۰۲ اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ص:۳۰۰، جدید پریس بیگم پور پٹنہ سٹی ۱۹۴۰ء
۲۹۷٫۰۴ محمد آصف حسنی، مترجم: سید عباس موسوی
آ۵۱ا اتحاد امت، ص:۴۷، البلاغ المبین اسلام آباد ۲۰۰۶ء
۲۹۷٫۰۴۔ستارہ فونڈری
س۲۷۸ت تحفہ، ص:۳۲، ستارہ فونڈری اینڈ انجینئرنگ حیدر آباد
۲۹۷٫۰۴
م۶۱۸۵ا ایک انسان دو کہانیاں، ص:۲۴، مرکز اتحاد المسلمین کوٹ لکھپت لاہور، س۔ن
۲۹۷٫۰۴ حاجی محمد ابراہیم
ا۱۹ر روشنی، ص:۱۲۸، جامع مسجد مبارک اہل حدیث شالا مار ٹاؤن لاہور ۱۹۹۸ء
۲۹۷٫۸۲ حاجی محمد ابراہیم کمیر پوری رحمہ اللہ
ا۱۹م مقالات محرم، ص:۱۱۲، جامعہ انوار القرآن والحدیث پتوکی ۲۰۰۰ء
۲۹۷٫۰۴ امام ابن تیمیہؒ وحافظ ابن القیم رحمہ اللہ مترجم: حافظ محمد زکریا
ا۱۲۳ا افادات امام ابن تیمیہ، ص:۱۶۸، مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۷۲ء
۲۹۷٫۰۴ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، مترجم: عبدالرحمٰن عزیز
ا۱۲۳ا اتباع الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بصریح العقول، ص:۴۸، جامعہ اشاعۃ العلوم المحمدیہ ساہیوال پاکستان ۱۹۹۰ء
۲۹۷٫۰۴ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، مترجم: مولانا عبدالرحیم
ا۱۲۳و ولی اللہ ترجمہ اتباع الرسول بصحیح العقول، ص:۵۶، الہلال بک ایجنسی لاہور، س۔ن
۲۹۷٫۰۴ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، مترجم: حافظ محمد منشاء بن جمال الدین
ا۱۲۴ب بخشش کی راہیں، ص:۴۸۸، فاروقی کتب خانہ اردو

بازار لاہور۱۴۰۹ھ

۲۹۷ء۰۴ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، مترجم: مولانا عبدالرحیم
۱۲۳اخ خلاف الامہ فی العبادات، ص:۳۱، امام شمس الحق پبلشر کراچی۲۰۰۳ء

۲۹۷ء۰۴ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
۱۲۳اد درجات الیقین، ص:۱۶، محمدی اکیڈمی ناشران وتاجران کتب منڈی بہاؤالدین۱۹۸۱ء

۲۹۷ء۰۴ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، مترجم: عبدالرزاق ملیح آبادی
۱۲۳ام مجذوب، ص:۳۲، الدارسلفیہ مومن پورہ بمبائی ۱۹۷۸ء

۲۹۷ء۰۴ مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ
۱۵۳اآ آداب بارگاہ رسالت، ص:۲۵، مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور، س۔ن

۲۹۷ء۰۴ مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ
۱۵۳اا اسلام میں گردش دولت، ص:۳۲، مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور، س۔ن

۲۹۷ء۰۴ مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ
۱۵۳اق قربت کی راہیں، ص:۱۷۶، مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور۱۹۷۷ء

۲۹۷ء۰۴ مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ
۱۵۳ام محمدی انقلاب کے چند خد وخال، ص:۱۶، مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور۱۹۷۶ء

۲۹۷ء۰۴ مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ
۱۵۳ام مقامِ عبدیت اتباع رسول، ص:۲۴، مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور، س۔ن

۲۹۷ء۰۴ علامہ سید مناظر احسن گیلانی
۱۷۲۶د الدین القیم، ص:۲۲۲، نفیس اکیڈمی کراچی۱۹۸۰ء

۲۹۷ء۰۴ ابواحمد
۱۷۲ج جمہوریت، خلافت اور جہاد، ص:۲۰، ادارہ دعوت وتبلیغ سرکلر روڈ لاہور، س۔ن

۲۹۷ء۰۴ ڈاکٹر محمد ظفیر احمد
۱۲۹۵آ آنکھ کے لطائف، ص:۱۲۰، شرکۃ المدینہ المنورۃ للطباعۃ والنشر، س۔ن

۲۹۷ء۰۴ فضل حسین احمدی
۱۲۹۸ح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہائے امن وآزادی، ص:۱۶، رفیق عالم پریس لاہور۱۹۲۹ء

۲۹۷ء۰۴ سیف اللہ ارشد
۱۳۵گ گناہ کس طرح معاف ہوتے ہیں؟ ص:۸۷، جامعہ ریاض القرآن والحدیث چوک تاج پورہ لاہور۲۰۰۳ء

۲۹۷ء۰۴
۱۳۷۵ا اسامہ بن لادن کا CNN سے روح پرور انٹرویو، ص:۱۴، س۔ن

۲۹۷ء۰۴ مولانا محمد اسحاق صاحب
۱۳۷۸و وحدت امت، ص:۳۵، مکتبہ ملیہ فیصل آباد، س۔ن

۲۹۷ء۰۴ قاری حافظ محمد اسماعیل اسد
۱۳۸۶خ خطبہ استقبالیہ، اہل حدیث کانفرنس۱۹۸۳ء، ص:۱۲، مجلس استنبالیہ اہل حدیث جہلم۱۹۸۳ء

۲۹۷ء۰۴ ادارہ دارالقرآن
۱۳۱۵ق قرآنِ مجید اور آج کا مسلمان، ص:۴، ادارہ دارالقرآن کراچی، س۔ن ......مجموعہ۱۲ کتب

-2 خلاصہ اسلام احمد علی، ص:۲۱، شعبہ تالیف والاشاعۃ شیرانوالہ لاہور۱۳۴۹ھ

-3 خدا کی نیک بندیاں، احمد علی عفی عنہ، ص:۲۳، المشیع شعبہ التالیف والاشاعۃ شیرانوالہ لاہور۱۳۵۲ھ

-4 توحید خالص، ص:۱۶، جماعت المسلمین، حمد شریف عبدالغنی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور، س۔ن

-5 زوال کے اسباب، ص:۱۵، محمد شریف عبدالغنی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور، س۔ن

-6 علم غیب، ص:۲۴، جماعت المسلمین لاہور، س۔ن
-7 صلوٰۃ الٰہیہ بجواب صلوٰۃ الغوثیہ، ص:۱۶، جماعت المسلمین لاہور، س۔ن
-8 امام احمد رحمہ اللہ کی طیب زندگی کا ایک سبق، ص:۳۲، جماعت المسلمین لاہور، س۔ن
-9 عالم ربانی مولانا شاہ اسماعیل شہید کے مواعظ حسنہ، ص:۳۲ جماعت المسلمین لاہور، س۔ن
-10 مسلمانو کفر باز مولویوں سے بچو، ص:۴، جماعت المسلمین لاہور، س۔ن
-11 طلاق اور خلع کا بیان اور سائل بہشتی زیور، اشرف علی تھانوی حصہ چہارم، ص:۱۸، صدیقی ٹرسٹ نشتر روڈ کراچی س۔ن
-12 آئین حقانیت محمد علی الصدیقی، ص:۸۰، قیم دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ، س۔ن

۲۹۷ء۰۴ احمد علی عفی عنہ

۲۹۱م مسلمان عورت کے فرائض، ص:۲۴، المشیع شعبۃ التالیف والاشاعۃ شیرانوالہ لاہور ۱۹۶۱ء (مجموعہ ۱۰ کتب)
-2 پیغام رسول، احمد علی عفی عنہ، ص:۲۴، المشیع شعبۃ التالیف والاشاعۃ شیرانوالہ لاہور ۱۳۸۰ھ
-3 نصائح رسولِ کریم، مولانا عاشق الٰہی صاحب، ص:۳۲، مدنی کتب خانہ لاہور، س۔ن
-4 فضائل تبلیغ، مولانا محمد زکریا صاحب محدث، ص:۴۸، مدنی کتب خانہ اکبری گیٹ لاہور، س۔ن
-5 تحصیل و تعلیم علم دین، ص:۱۶، مجلس مبلغین اسلام لاہور، س۔ن
-6 طبیب کے اوصاف، حکیم محمد عبداللہ، ص:۱۶، ادارہ مطبوعاتِ سلیمانی لاہور ۱۹۶۷ء
-7 رسول کی سنتیں، مولانا اصغر حسین صاحب، ص:۱۶، مدنی کتب خانہ چوک گنپت روڈ لاہور، س۔ن
-8 تجارت اور دیانت، ص:۱۶، دہلی کالونی کراچی، س۔ن
-9 فضائل مسواک، مولانا اطہر حسین مظاہری، ص:۳۲، شاہ عالم مارکیٹ لاہور، س۔ن
-10 ۱۰۱ احادیث عربی، اردو، محمد عبداللہ العزیز نقشبندی، ص:۲۸ ملک سراج الدین اینڈ سنز، پبلشرز لاہور، س۔ن

۲۹۷ء۰۴ قاری محمد اسماعیل اسد

ا۳۸۶خ خطبہ استقبالیہ، ص:۹، مجلس استقبالیہ، صوبائی اہل حدیث کانفرنس جہلم پاکستان

۲۹۷ء۰۴ اسرار عالم

ا۳۸۷ا اسلام اور اکیسویں صدی کا چیلنج، ص:۱۰۱، دارالعلم نئی دہلی ۱۹۹۸ء

۲۹۷ء۰۴ ڈاکٹر اسرار احمد

ا۲۸۷ا ایک اصلاحی تحریک مع خطبہ نکاح، ص:۴۸، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، س۔ن

۲۹۷ء۰۴ ڈاکٹر اسرار احمد

ا۳۸۷پ پاکستان میں نظامِ خلافت، ص:۴۰، تحریک خلافت پاکستان مزنگ روڈ لاہور ۱۹۹۳ء

۲۹۷ء۰۴ ڈاکٹر اسرار احمد

ا۳۸۷ت تنظیم اسلامی کی دعوت، ص:۸۰، مرکزی مکتبہ تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۹۸۴ء

۲۹۷ء۰۴ ڈاکٹر اسرار احمد

ا۳۸۷د دینی فرائض کا جامع تصور، ص:۳۶، تنظیم اسلامی، ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۹۸۴ء

۰۹۷ء۰۴ ڈاکٹر اسرار احمد

ا۳۸۷ر راہِ نجات سورہ العصر کی روشنی میں، ص:۴۰، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

❀❀............❀............❀❀

ضروری اعلان

بعض رسائل وجرائد میں حضرت قاضی محمد سلیمان سلمان صاحب منصور پوری رحمہ اللہ کے مرتب شدہ ''سفر نامہ حجاز'' کی تقسیم کا اعلان آیا تھا۔احباب وقارئین نوٹ فرمالیں کہ مذکورہ سفر نامے کی تمام کاپیاں ختم ہوچکی ہیں۔اب کوئی صاحب اس کے حصول کے لیے رابطہ نہ کرے۔

نیز کوئی ساتھی مذکورہ کتاب شائع کرانا چاہے تو میرے ساتھ رابطہ کرے،تعاون کیا جائے گا۔

[قاضی حسن معزالدین (نبیرہ علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ)، لاہور 042-5851356]

بارھویں سالانہ کانفرنس برائے خواتین

جامعہ سلفیہ للبنات اہل حدیث چوک بیگم کوٹ شاہدرہ لاہور کی بارھویں سالانہ کانفرنس برائے خواتین ۲۳/ مارچ ۲۰۰۸ء بروز اتوار صبح ۹ تا ۵ بجے شام منعقد ہوگی۔محترمہ حافظہ ام عبدالربّ صاحبہ، ام فیصل، بیگم طارق ضیاء، امّ ولید صاحبہ، ام منیب الرحمٰن صاحبات خطاب فرمائیں گی۔ [منتظمہ جامعہ ہذا]

الاصلاح ڈائری شائع ہوگئی

محترم حافظ محمد یحیٰ عزیز میرمحمدی حفظہ اللہ کے ادارہ مرکز ادارۃ الاصلاح پاکستان کی ترتیب شدہ ڈائری جس میں قمری تواریخ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ نیز اوقات نماز پنجگانہ روز بروز کے حساب سے طبع کیے گئے ہیں، شائع ہوکر منظر عام پر آچکی ہے۔ دیدہ ذیب ڈائری دوسائزوں میں دستیاب ہے۔

رابطے کے لیے

① ......قاری محمد عزیر

خطیب جامع مسجد اقصیٰ اہل حدیث

۷۹۔ایف گلشن راوی۔فون 7410587

② ...... پروفیسر ڈاکٹر محمد مزمل احسن شیخ

[خطیب جامع مسجد مزمل اہل حدیث بند روڈ، لاہور]

علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ (مصنف رحمۃ للعالمین)

کے نبیرے

جناب قاضی عبدالباقی کا انتقال پر ملال

علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ کے خاندان کے فردِ فرید جناب قاضی عبدالباقی صاحب ۱۴۔ مارچ ۲۰۰۸ء (۵۔ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ) بروز جمعۃ المبارک بوقت فجر دوبئی میں وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

''رحمۃ للعالمین'' جو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ اسی طرح اس کے مصنف حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان صاحب منصور پوری رحمہ اللہ کو بھی اللہ کریم نے اس تصنیف کی برکت سے عالمی شہرت سے نواز دیا۔

حضرت قاضی سلیمان صاحب رحمہ اللہ کے ایک ہی فرزند تھے اور وہ تھے جناب قاضی عبدالعزیز صاحب، انھی قاضی عبدالعزیز صاحب کے بڑے بیٹے جناب قاضی عبدالباقی تھے۔

قاضی عبدالباقی کی پیدائش ۱۹۱۰ء کو ہوئی۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے تھے۔ انھوں نے وکالت بھی کی اور کاروبار کے لیے بمبئی میں بھی رہے۔ تقسیم کے دو سال بعد لاہور تشریف لے آئے تھے۔ انگریزی پر انھیں عبور تھا۔ سیرت النبی کی عالمی شہرت یافتہ کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کے انگریزی ترجمے کو انھوں نے بڑی محنت کر کے شائع کیا تھا۔ پہلی جلد مکمل قاضی عبدالباقی صاحب کے والد گرامی کے ترجمے پر مشتمل ہے۔ جب کہ دوسری و تیسری جلد کی ترتیب قاضی عبدالباقی مرحوم نے کی ہے۔ اسی طرح شرح اسماء الحسنٰی کا انگریزی ترجمہ بھی انھوں نے مکمل کیا۔

ان دنوں دوبئی میں مقیم اپنے بیٹوں جناب شاہد حمید اور احمد رشید صاحبان کے پاس قیام تھا۔ وقت موعود آ گیا۔ دوبئی میں وفات پا گئے۔ ان کی نماز جنازہ دوبئی کی جامع مسجد میں بعد نماز جمعۃ المبارک ۵۔ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ کو پڑھائی گئی۔

ان کی وفات حسرتِ آیات پر اراکین الاعتصام، ان کے بھائی جناب حسن معز الدین قاضی سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور مرحوم کی مغفرت و بلندیٔ درجات کے لیے دعا گو ہیں۔ اللہ کریم مرحوم کے تمام لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔ [محمد سلیم چنیوٹی]